ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(سورۃ البقرۃ:22)

ترجمہ: اَے لوگو! تم عبادت کرو اپنے ربّ کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور اُن کو بھی جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد 74

ایڈیٹر منصور احمد

شمارہ 1-2

شرح چندہ
سالانہ 850 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈیا
80 ڈالرامریکن
یا 60 یورو

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadr.in

01-08 رجب 1446 ہجری قمری ● 02-09 صلح 1404 ہجری شمسی ● 02-09 جنوری 2025ء

اخبار احمدیہ

الحمدللہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیروعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 3 جنوری 2025 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، فعال درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہرآن حافظ و ناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

مرکز احمدیت قادیان دارالامان میں 129 ویں جلسہ سالانہ کا، کامیاب وبابرکت انعقاد

ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی

(ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہے کہ مَیں ہی وہ مسیح موعود ہوں اور مہدی معہود ہوں جس کے آنے کی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی اور اب کوئی مسیح آسمان سے نہیں آئے گا، کوئی مہدی نہیں آئے گا

وہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوئیں جو آنحضرت ﷺ نے مسیح موعودؑ کی نشانی کے طور پر بتائی تھیں، آپؑ نے دنیا کو دعوت دی اور خاص طور پر مسلمانوں کو دعوت دی کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کو دیکھو، غور کرو اور سمجھو کہ اسی میں سعادت ہے، اسی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی تعمیل ہے

اللہ تعالیٰ مسلمان امت کو عقل اور شعور دے اور وہ بلاوجہ کی مخالفت سے باز آئیں، سوچیں کہ کیا اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا نہیں کہ تم نے بغیر تحقیق کے مخالفت کی کیونکہ اکثر صرف بغیر تحقیق کئے مولوی کے کہنے پر مخالفت کرتے ہیں، کچھ تو غور کرو، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل دے

اللہ تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے وہ کوشش کریں جنکا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے اور جو اسکا حق ہے اور رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا میں لہرانے کیلئے ہر قربانی کیلئے تیار رہیں، اللہ تعالیٰ کی توحید دنیا میں قائم کرنے کیلئے ہر قربانی کیلئے ہر وقت تیار رہیں اور اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جبتک اس مقصد کو حاصل نہ کرلیں، جسکو پورا کرنے کیلئے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہوئے ہیں

اللہ تعالیٰ قادیان میں جلسہ میں شامل ہونے والے ہر فرد کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور حقیقی طور پر اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی اور آنحضرت ﷺ سے عشق ومحبت کا اظہار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں اور وہ سب برکات لے کر جلسے سے جائیں جن برکات کے لینے کے لیے اس جلسے میں شامل ہوئے ہیں

mta انٹرنیشنل کے ذریعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا اسلام آباد یو کے سے بصیرت افروز اختتامی خطاب

★ 129 واں جلسہ سالانہ قادیان 27، 28، 29 دسمبر 2024 کی تاریخوں میں منعقد ہو کر بخیر وخوبی اختتام پذیر ★ تینوں دن جلسہ کے پروگراموں کی لائیو اسٹریمنگ، اور اسکے ذریعہ اندرون وبیرون ملک جلسہ سے استفادہ ★ لائیو اسٹریمنگ کے ذریعہ تریسٹھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ افراد نے جلسہ کی کارروائی دیکھی اور سنی ★ سولہ ہزار سے زائد عشاق احمدیت کی جلسہ میں شمولیت ★ 42 ممالک سے مختلف اقوام کے احباب ومستورات کی نمائندگی ★ mta انٹرنیشنل کے ذریعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز اختتامی خطاب ★ اختتامی خطاب میں اسلام آباد یو کے میں احباب جماعت کا اجتماع ★ بعض افریقین ممالک کے جلسے اور اختتامی خطاب میں انکی شمولیت ★ نماز تہجد ★ درس القرآن اور ذکر الٰہی سے معمور ماحول ★ علماء کرام کی پُرمغز تقاریر ★ 9 زبانوں میں پروگراموں کا رواں ترجمہ ★ احباب جماعت کی معلومات میں اضافہ کیلئے تربیتی امور پر مشتمل ڈاکیومنٹری اور مختلف معلوماتی نمائشوں کا انعقاد ★ نکاحوں کے اعلانات ★ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں جلسہ کی کوریج ★ پرسکون وخوشگوار ماحول میں جلسہ کی تمام کارروائی کی تکمیل ☆

الحمدللہ کہ جلسہ سالانہ قادیان مورخہ 27، 28، 29 دسمبر 2024 بروز جمعہ ہفتہ اتوار، قادیان دارالامان کی مقدس بستی میں منعقد ہو کر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ جلسہ سے پہلے ہی ملک کے طول و عرض سے عشاق احمدیت بڑے ہی ذوق وشوق اور جوش وخروش کے ساتھ جلسہ میں شرکت کی خاطر قادیان آنے لگے۔ اور جلسے کے ایام جوں جوں قریب آتے گئے قادیان دارالامان کی رونقوں میں توں توں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ قادیان پوری طرح مہمانوں سے بھر گیا۔ جدھر نکلو، جدھر نظر دوڑاؤ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان نظر آتے۔ بیرون ملک سے بھی بڑی تعداد میں عشاق

جمیل احمد ناصر، پرنٹر وپبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

احمدیت جلسہ میں شریک ہوئے۔ قادیان دارالامان کی پیاری بستی، ایک بار پھر خوشیوں اور رونقوں سے بھر گئی۔ مہمانوں کی آمد سے قبل ہی نظامت بجلی وروشنی کی طرف سے محلہ کی تمام گلیوں اور سڑکوں کو ٹیوب لائٹوں کے ذریعہ روشن کر دیا گیا۔ بہشتی مقبرہ، دارالمسیح ،مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، منارۃ المسیح اور دارالضیافت کو بجلی کے چھوٹے چھوٹے رنگین بلبوں سے دُلہن کی طرح سجایا گیا۔ اس طرح مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام کی رُوحانی بستی اپنی باطنی جگمگاہٹ کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی جگمگا اُٹھی۔

جلسہ سے پہلے تک موسم نہایت خوشگوار تھا۔ جلسہ گاہ پوری طرح تیار تھا اور بے صبری سے اپنے بیٹھنے والوں کا انتظار کر رہا تھا۔ دس بجے جلسہ کی افتتاحی تقریب شروع ہونی تھی۔ احباب ومستورات جلسہ گاہ کی طرف بصد شوق وقت سے پہلے رواں دواں تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی جسکے باعث جلسہ، بستان احمد کی بجائے مسجد اقصیٰ میں منعقد کرنا پڑا۔ چنانچہ بارش کے باعث ابتدائی دو دن جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہوا ۔تیسرے دن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے موسم اچھا رہا اور جلسہ بستان احمد یعنی جلسہ گاہ میں منعقد ہوا۔

معائنہ کارکنان وانتظامات جلسہ

مورخہ 23 دسمبر بروز سوموار بستان احمد میں صبح پونے گیارہ بجے نمائندہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ، مکرم مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت قادیان نے جلسہ سالانہ قادیان 2024 کی ’’معائنہ کارکنان وانتظامات جلسہ‘‘ کی تقریب میں کارکنان جلسہ سے خطاب فرمایا۔ اور بعدۂ جلسہ سالانہ کے انتظامات کا معائنہ فرمایا۔ نمائندہ حضور انور جونہی بستان احمد میں تشریف لائے ان کا اَھْلًا وَّسَھْلًا وَّمَرْحَبًا کے نعروں سے استقبال کیا گیا۔ سب سے پہلے نمائندہ حضور انور نے اپنے اپنے بینر تلے کھڑے منتظمین وناظمین جلسہ سے مصافحہ فرمایا۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عزیز لقمان تقی نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کی اور ان کا ترجمہ پیش کیا۔ اسکے بعد مکرم ناظر صاحب اعلیٰ نے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگرچہ ہمارا یہ جلسہ سالانہ ملکی جلسہ سالانہ ہے لیکن قادیان دارلامان کے دائمی مرکز ہونے کی وجہ سے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلِّ کامل حضرت مسیح موعود ومہدی معہود کا مولد ومسکن ومدفن ہونے کے لحاظ سے اس جلسہ کی ایک خاص حیثیت اور اہمیت ہوجاتی ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمارے جلسہ کے لئے اختتامی خطاب فرماتے ہیں جو ایم ٹی اے کے ذریعہ پوری دُنیا میں لائیو نشر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں دُنیا کے مختلف ممالک سے وفود قادیان آتے ہیں اس لحاظ سے یہ جلسہ ملکی جلسہ نہ رہ کر ایک عالمی جلسہ بن جاتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ قادیان وہ مقدس بستی ہے جہاں شعائر اللہ ہیں۔ خدا کا نبی یہاں چلا پھرا اور زندگی گزاری اور اس نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی یہاں سے بنیاد رکھی اور ساری دُنیا میں یہاں سے جماعت پھیلی، اس لحاظ سے قادیان دارالامان کا جلسہ ایک خاص اہمیت کا حامل جلسہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس جلسہ میں ڈیوٹی دینے والے خدام، انصار اور لجنہ کیلئے بڑی سعادت ہے کہ انہیں اس جلسہ میں خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ جہاں ڈیوٹی دینے والوں کی سعادت ہے وہاں ان کی ذمہ داری بھی بہت بڑھ جاتی ہے کہ احسن رنگ میں وہ اپنی ڈیوٹیوں کا حق ادا کریں۔

نمائندہ حضور انور نے فرمایا : جلسہ سالانہ کے تین اہم شعبے ہوتے ہیں۔ افسر جلسہ سالانہ کے تحت جلسہ کے مہمانوں کے قیام وطعام کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ افسر جلسہ گاہ کے تحت مہمانوں کی روحانی اور علمی پروگرام ہوتے ہیں اور افسر خدمت کے تحت جلسہ کی سیکورٹی اور نظم وضبط کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور ہر شعبہ اپنی جگہ اہم ہے۔ جلسہ کے کام سرانجام دینے کے لئے کارکنان کو باقاعدہ آن ڈیوٹی کیا جاتا ہے اس لحاظ سے دوہری ذمہ داری ہوجاتی ہے کہ پوری ذمہ داری اور اخلاص کے ساتھ خدمت کریں۔ اگر دفتر کا کوئی اہم کام ہو تو ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ اس کی بھی فکر ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کی خاطر پورے اخلاص کے ساتھ، نیک نیتی کے ساتھ استغفار اور دعاؤں کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دینے کی ضرورت ہے۔ پھر اگر کچھ کمی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ ستاری فرماتا ہے۔

اس کے بعد نمائندہ حضور انور نے مہمان نوازی کے متعلق حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بعض ارشادات پیش فرمائے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں آپ نے ناظمین وافسران وانچارج صاحبان کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور سیکورٹی سے متعلق چوکس رہنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔ اور آخر پر خصوصیت کے ساتھ نماز باجماعت کی بھی تاکید فرمائی۔ فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ ایک طرف تو ہم جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی خدمت کر کے ثواب کمائیں اور دوسری طرف نمازوں میں سستی کی وجہ سے اپنا سارا ثواب ضائع کر دیں۔ پس اخلاص ووفا کیساتھ خدمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ اس الٰہی جلسہ کے لئے اور اس میں شامل ہونے والوں کے لئے اور خدمت کرنے والوں کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو دعائیں کی ہیں ہم اُن دعاؤں سے حصہ لینے والے ہوں۔ آمین۔

مورخہ 27 دسمبر 2024 بروز جمعہ

افتتاحی اجلاس

مورخہ 27 دسمبر 2024ء بروز جمعۃ المبارک 129 ویں جلسہ سالانہ قادیان کے افتتاحی اجلاس کی کاروائی کا آغاز جلسہ گاہ بستانِ احمد کی بجائے بارش اور موسم کی خرابی کے باعث مسجد اقصیٰ کے قدیمی حصہ میں ٹھیک صبح 10 بج کر 57 منٹ پر ہوا۔ مسجد اقصیٰ کے حصہ جدید اور قدیم میں مرد حضرات کے لئے جلسہ کی کاروائی دیکھنے اور سننے کا انتظام کیا گیا جبکہ عورتوں کے لئے مسجد انوار میں لائیو اسٹریمنگ کے ذریعہ جلسہ کی کارروائی کی آڈیو سننے کا انتظام کیا گیا۔ اچانک بارش کی وجہ سے انتظامیہ نے تقریباً ایک گھنٹہ کے اندر اندر اسٹیج اور لائیو اسٹریمنگ کے تمام انتظامات مکمل کئے اور صدر اجلاس کی اجازت کے ساتھ جلسہ کی کارراوئی کا آغاز ہوا۔ مکرم طارق احمد لون صاحب آف جماعت احمدیہ کاٹھ پورہ کشمیر نے سورۃ المومن کی آیت نمبر 61 تا 66 کی تلاوت کی اور ان آیات کا ترجمہ مکرم جاوید احمد لون صاحب ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان نے پیش کیا۔

اس کے بعد محترم مولانا محمد کریم الدین شاہد صاحب صدر اجلاس نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا کہ جلسہ سالانہ قادیان کی بنیاد سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام نے 1891ء میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے رکھی۔ آپ نے اپنے خطاب میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں جلسہ کی اہمیت وبرکات کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں ۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول اشتہار 7 دسمبر 1892)

بعدۂ آپ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش فرمایا :

اگر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش نہیں ہو رہی، اگر تقویٰ میں ترقی کرنے کی کوشش نہیں ہو رہی، اگر اخلاق کے اعلیٰ نمونے دکھانے کی کوشش نہیں ہو رہی، اگر بندوں کے حقوق ادا نہیں ہو رہے تو پھر جلسہ پر آنے کا مقصد ہی پورا نہیں ہوتا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ (خطبہ جمعہ 23/اگست 2024)

صدر اجلاس نے شاملین جلسہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں پیش کیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

’’ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم وغم دور فرما دے۔ اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے۔ اور اُن کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے۔ اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اس کا فضل ورحم ہے۔ اور تا اختتام سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذو المجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔‘‘

آپ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں صرف انہی کے حق میں پوری ہوں گی جو اس مقصد کو سمجھ رہے ہوں گے۔ اس غرض کو سمجھ رہے ہوں گے جس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ کا اجرا فرمایا تھا۔ (خطبہ جمعہ 23/اگست 2024)

پہلا دن پہلا اجلاس

صدر اجلاس کی افتتاحی تقریر اور دعا کے بعد محترم نصرمن اللہ صاحب نائب ناظر امور عامہ نے نظم ’’میرے مولا میری یہ اک دعا ہے‘‘ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے کلام میں سے چند اشعار لحن داؤدی میں پیش کیا۔ اِس اجلاس کی پہلی تقریر محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب ناظر دعوت الی اللہ شمالی ہند نے ’’ہستی باری تعالیٰ صفت سمیع الدعا کی روشنی میں‘‘ کے عنوان پر کی۔ فاضل مقرر نے قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنوں گا۔ آج کی جدید نسل، مذہب، اور اللہ تعالیٰ سے اس لئے دور ہوتی چلی جارہی ہے کہ ان کے مذہبی راہنما ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی پہچان کرنے کا جو طریق بتاتے ہیں وہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی انسان اپنی کسی حاجت روائی کے لئے کسی گھر کے دروازے کو اِس اُمید کے ساتھ کھٹکھٹائے کہ گھر والا اس کی مدد کرے گا۔ مگر بار بار کھٹکھٹانے کے اگر دروازہ نہیں کھلتا تو وہ یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہوگا کہ گھر کے اندر کوئی نہیں ہے اور اگر ہوتا تو جواب دیتا۔ وہ ناامید ہو کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ خدا کا وجود ہے ہی نہیں۔ اس کے بالمقابل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ :

’’جو ڈھونڈتا ہے پاتا ہے اور جو مانگتا ہے اسکو دیا جاتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے اسکے واسطے کھولا جاتا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 429)

باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

’’صلح حدیبیہ کے مبارک ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپؐ کے پاس آنے کا موقع ملا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں تو ان میں صدہا مسلمان ہوگئے۔ جب تک انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں نہ سنی تھیں ان میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک دیوار حائل تھی جو آپؐ کے حسن و جمال پر ان کو اطلاع نہ پانے دیتی تھی‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

رسول اللہؐ نے فرمایا: اے ابوجندل! صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔
بیشک اللہ تعالیٰ تیرے لیے اور تیرے کمزور ساتھیوں کے لیے کشادگی اور نجات کا راستہ پیدا کردے گا۔
ہم نے قوم کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا ہے اور ہم نے ان کو اور انہوں نے ہم کو عہد دیا ہے اور ہم دھوکا نہیں کرتے

رسولِ کریمؐ نے فرمایا:
میں نے تم کو بہت حکم دیئے مگر میں نے تم سے مخلص ترین لوگوں کے اندر بھی بعض دفعہ احتجاج کی روح دیکھی مگر ابوبکرؓ کے اندر میں نے یہ روح کبھی نہیں دیکھی

غور کیا جائے تو واقعی حدیبیہ کی صلح ہمارے لیے ایک بڑی بھاری فتح ہے

غزوۂ حدیبیہ کے حالات و واقعات کا مفصّل بیان

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29؍نومبر 2024ء بمطابق 29؍نبوت 1403 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

صلح حدیبیہ کے واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس کی مزید تفصیل بیان کروں گا۔ اس موقع پر صحابہؓ کی پہرے پر ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ اس بارے میں ذکر ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو رات کے وقت پہرے کا حکم دیا ہوا تھا۔ روزانہ پہرہ ہوتا تھا۔ تین آدمی باری باری پہرہ دیا کرتے تھے۔ جن میں حضرت اَوس بن خَولیؓ، عَبّاد بن بِشرؓ اور محمد بن مَسلَمہؓ تھے۔ ایک رات حضرت محمد بن مَسلَمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے پر مامور تھے تو قریش نے مِکرَز بن حَفص کی نگرانی میں پچاس آدمیوں کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد چکر لگائیں اس امید پر کہ مسلمانوں میں سے کسی کو قتل کر دیں یا اچانک ان کو کوئی نقصان پہنچائیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے ان کو پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ مکرز بھاگ گیا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو خبردار کیا۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول بھی ظاہر ہو گیا جس کا ذکر گذشتہ خطبہ میں ہوا تھا کہ مکرز دھوکہ باز شخص ہے۔ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ مسلمانوں میں سے چند آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تھے جن میں کُرز بن جابر فِہری، عبداللہ بن سُہَیل، عبداللہ بن حُذَافہ سَہمی، ابورُوم بن عُمیر عَبدَری، عَیّاش بن اَبی رَبِیعہ، ہِشَام بن عاص، ابُو حاطِب بن عَمرو، عُمیر بن وَہب، حَاطِب بن ابی بَلتَعہ اور عبداللہ بن اُمَیَّہ شامل تھے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی امان میں مکہ میں داخل ہوئے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چھپ کر داخل ہوئے تھے۔ مختلف روایتیں ہیں۔

جب ان مسلمانوں کی خبر قریش کو ہوئی تو قریش نے ان کو پکڑ لیا اور قریش کو اپنے ساتھیوں کی گرفتاری کی خبر بھی مل گئی تھی جن کو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے روک لیا تھا۔ جب قریش کو خبر ملی کہ ان کے پچاس آدمی مسلمانوں کے قیدی ہو گئے ہیں۔ پھر قریش کا ایک اَور مسلح دستہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ کی طرف آیا اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ وہ تیر اور پتھر پھینکنے لگے۔

مشرکین کے بارہ شہ سواروں کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا اور مسلمانوں میں سے حضرت اِبنِ زُنَیمؓ شہید ہو گئے۔ قریش نے ان کو تیر مار کر قتل کر دیا تھا۔

پھر قریش نے ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی جن میں سُہَیل بن عمرو بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی دُور سے اس کو دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا کہ سُہیل کے ذریعہ تمہارا معاملہ سَہل یعنی آسان ہو گیا۔

اس وقت سُہَیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر کہا کہ آپ کے ساتھیوں یعنی عثمان اور دوسرے دس صحابہ کو قید کرنے اور ہمارے کچھ لوگوں کے آپ سے مقابلہ کرنے کا جو معاملہ ہے اس میں ہمارا کوئی ذی رائے آدمی شریک نہیں ہے۔ ہمیں جب اس بات کا پتہ چلا تو ہمیں بہت ناگواری ہوئی۔ ہمیں اس کے بارے میں کچھ خبر نہیں ہے۔ وہ ہم میں سے اوباش لوگوں کا کام تھا۔ اس لیے ہمارے جو آدمی آپ نے دونوں مرتبہ میں پکڑے ہیں انہیں ہمارے پاس واپس بھیج دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا:

میں ان کو اس وقت تک نہیں بھیجوں گا جب تک تم میرے ساتھیوں کو نہیں چھوڑو گے۔

اس پر ان سب لوگوں نے کہا اچھا ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ اس پر قریش نے حضرت عثمانؓ اور باقی دس صحابہؓ کو واپس بھیج دیا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے آدمیوں کو چھوڑ دیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 48 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جیسا کہ ابھی ذکر بھی ہوا ہے اور پہلے بھی گذشتہ خطبہ میں حضرت عثمانؓ کے بارے میں بتا چکا ہوں کہ ان کو کافروں نے پکڑ لیا تھا اور جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ایک بیعت لی تھی۔ ایک عہد لیا تھا جسے بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب قریش کو حدیبیہ کی اس بیعت کا حال معلوم ہوا تو وہ لوگ بہت خوفزدہ ہوئے۔ ان کو بھی پتہ لگ گیا کہ یہ بیعت ہو گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد لیا ہے سب مسلمانوں سے۔ اور ان کے ذی رائے لوگوں نے مشورہ دیا کہ صلح کرنا مناسب ہو گا۔ یعنی اس سال اس طرح صلح کی جائے، یہ کہا جائے کہ اس سال آپ واپس لوٹ جائیں اور آئندہ سال آکر تین روز مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں مگر آپ کے ساتھ صرف ایک سوار کے ضروری ہتھیار یعنی میانوں میں پڑی تلوار اور کمانوں کے علاوہ کچھ نہیں ہو گا۔ اس مشورے کے بعد قریش نے دوسری دفعہ سُہَیل بن عمرو کو بھیجا۔ اس کے ساتھ مِکرِز بن حَفص اور حُوَیطِب بن عبدالعُزّٰی بھی تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ تجویز لے کر آئے کہ اس سال تو آپ بغیر عمرہ کیے ہی واپس چلے جائیں تا کہ عرب یہ نہ کہیں کہ آپ طاقت کے زور پر قریش کی مرضی کے خلاف مکہ میں داخل ہو گئے ہیں اور اگلے سال عمرہ کے لیے دوبارہ آجائیں۔ چنانچہ جب سُہیل سامنے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دُور سے دیکھ کر فرمایا:

اس شخص کو دوبارہ بھیجنے کا مطلب ہے کہ قریش نے صلح کا ارادہ کیا ہے۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 27 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حدیبیہ کے موقع پر صلح کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ ’’جب سُہَیل بن عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو آپؐ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا: یہ سُہَیل آتا ہے۔ اب خدا نے چاہا تو معاملہ سَہل ہو جائے گا۔‘‘ آسان ہو جائے گا۔ ’’بہرحال سُہَیل آیا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ آؤ جی (اب لمبی بحث جانے دو) ہم معاہدہ کے لیے تیار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم بھی تیار ہیں۔ اور اس ارشاد کے ساتھ ہی آپؐ نے اپنے سیکرٹری (حضرت علیؓ) کو بلوا لیا۔ (اور چونکہ شرائط پر ایک عمومی بحث پہلے ہو چکی تھی اور تفاصیل نے ساتھ ساتھ طے پانا تھا) اس لیے کاتب کے آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا لکھو‘ حضرت علیؓ کو فرمایا کہ لکھو۔ خود آپؐ نے لکھوانا شروع کیا۔ ’’بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ‘‘ سے شروع کیا۔ ’’سُہَیل صلح کے لیے تو تیار تھا مگر قریش کے حقوق کی حفاظت اور اہل مکہ کے اکرام کے لیے بھی بہت چوکس رہنا چاہتا تھا۔ فوراً بولا یہ رحمٰن کا لفظ کیسا ہے ہم اسے نہیں جانتے۔ جس طرح عرب لوگ ہمیشہ سے لکھتے آئے ہیں اس طرح لکھو یعنی بِاسۡمِکَ اَللّٰھُمَّ ۔‘‘ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہیں لکھنا بلکہ بِاسۡمِکَ اَللّٰھُمَّ لکھو۔ ’’دوسری طرف مسلمانوں کے لیے بھی قومی عزت اور مذہبی غیرت کا سوال تھا وہ بھی اس تبدیلی پر فوراً چونک پڑے اور کہنے لگے ہم تو ضرور بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہی لکھیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر مسلمانوں کو خاموش کرا دیا کہ نہیں نہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ جس طرح سُہَیل کہتا ہے اسی طرح لکھ لو۔ چنانچہ بِاسۡمِکَ اَللّٰھُمَّ کے الفاظ لکھے گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو ’’یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا ہے۔‘‘ سُہَیل نے پھر ٹوکا کہ یہ رسول اللہ کا لفظ ہم نہیں لکھنے دیں گے۔ اگر ہم یہ بات مان لیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں تو پھر تو یہ سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے اور ہمیں آپ کو روکنے اور آپ کا مقابلہ کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ بس جس طرح ہمارے ہاں طریق ہے صرف یہ الفاظ لکھو کہ محمد بن عبداللہ نے یہ معاہدہ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’آپ لوگ مانیں نہ مانیں میں خدا کا رسول تو ہوں‘‘ مگر چونکہ میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں اس لیے چلو یہی سہی۔‘‘ اس طرح لکھ لو۔ ’’لکھو کہ محمدؐ بن عبداللہ نے یہ معاہدہ کیا ہے۔‘‘ مگر اس اثنا میں آپ کے کاتب حضرت علیؓ معاہدہ کی تحریر میں ’’محمد رسول اللہ‘‘ کے الفاظ لکھ چکے تھے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: محمدؐ رسول اللہ کے الفاظ مٹا دو اور ان کی جگہ محمد بن عبداللہ کے الفاظ لکھ دو۔ مگر اس وقت جوش کا عالم تھا حضرت علیؓ نے غیرت میں آ کر عرض کیا ’’یارسول اللہؐ! میں تو آپ کے نام کے ساتھ سے رسول اللہ کے الفاظ کبھی نہیں مٹاؤں گا۔‘‘ آپؐ نے ان کی از خود رفتہ حالت کو دیکھ کر فرمایا اچھا تم نہیں مٹاتے تو مجھے دو میں خود مٹا دیتا ہوں۔ پھر آپؐ نے معاہدہ کا کاغذ (یا جو کچھ بھی وہ تھا) ہاتھ میں لے کر اور حضرت علیؓ سے ان الفاظ کی جگہ پوچھ کر رسول اللہ کے الفاظ اپنے ہاتھ سے کاٹ دیے اور ان کی جگہ ابن عبداللہ کے الفاظ لکھ دیے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 764-765)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس بات کو اپنی کتاب میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ’’اس کے بعد آپؐ نے لکھوایا کہ ’’معاہدہ یہ ہے کہ اہل مکہ ہمیں بیت اللہ کے طواف سے نہیں روکیں گے۔‘‘ سُہَیل فوراً بولا ’’خدا کی قسم! اس سال تو یہ ہرگز نہیں ہو سکے گا ورنہ عربوں میں ہماری ناک کٹ جائے گی۔ ہاں اگلے سال آپ لوگ آ کر طواف کر سکتے ہیں۔‘‘ آپؐ نے فرمایا اچھا یہی لکھو۔ پھر سُہَیل نے اپنی طرف سے لکھایا کہ یہ بھی شرط ہوگی کہ اہل مکہ میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ جا کر شامل نہیں ہو سکے گا خواہ وہ مسلمان ہو۔ اور اگر ایسا کوئی شخص مسلمانوں کی طرف جائے گا تو اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ صحابہ نے اس پر شور مچایا کہ سبحان اللہ! یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مسلمان ہو کر آئے اور ہم اسے لوٹا دیں۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 766)

بہر حال یہ معاہدہ لکھوایا جا رہا تھا۔ اسی دوران اچانک حضرت اَبُوجَنۡدَلؓ بن سُہَیل آ گئے۔ ان کے پاؤں میں زنجیریں تھیں۔ وہ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقے سے نکلے اور خود کو مسلمانوں کے سامنے پھینک دیا۔ سُہَیل جو معاہدہ لکھوا رہا تھا اس کے بیٹے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کے باپ سُہَیل نے ان کو زنجیروں میں باندھ کر قید رکھا ہوا تھا اور وہ قید خانے سے نکل کر عام راستے سے بچتے ہوئے پہاڑوں پر سے ہوتے ہوئے حدیبیہ آ گئے تھے۔ مسلمان انہیں خوش آمدید کہنے لگے اور مبارکباد دینے لگے۔ جب حضرت اَبُوجَنۡدَلؓ کے باپ سُہَیل نے انہیں دیکھا تو ان کی طرف کھڑا ہوا اور ان کے چہرے پر کانٹے دار ٹہنی ماری اور گریبان سے پکڑ لیا۔ پھر کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پہلا معاملہ ہے جس کے بارے مَیں نے آپ کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔ اب تم اس کو واپس کر دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک صلح نامہ مکمل نہیں ہوا تو سُہَیل نے کہا اللہ کی قسم! تب میں کسی چیز پر بھی آپ سے صلح نہیں کروں گا۔ پھر آپؐ نے کہا آپ اس کو میرے لیے چھوڑ دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی کہ اچھا میرے لیے چھوڑ دو اس کو۔ سُہَیل نے کہا میں اس کو کسی صورت چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ آپؐ نے کہا نہیں تم اسے چھوڑ دو۔ دوبارہ کہا۔ سُہَیل نے کہا میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ مِکۡرِز بن حفص اور حُوَیطِب بن عبدالعزّٰی جو اس کے ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو آپ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ دونوں نے حضرت اَبُوجَنۡدَلؓ کو پکڑ کر ایک خیمہ میں داخل کر دیا اور اس کو اجازت دے دی لیکن اس کے باپ سُہَیل نے انکار کر دیا۔ حضرت اَبُوجَنۡدَلؓ نے کہا اے مسلمانوں کے گروہ! کیا اب مجھے مشرکین کی طرف لوٹا دیا جائے گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ تم ان مصیبتوں کو نہیں دیکھتے جو مجھے پیش آئی ہیں اور مجھے سخت عذاب دیا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز بلند کر کے فرمایا

اے ابوجندل! صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ بیشک اللہ تعالیٰ تیرے لیے اور تیرے کمزور ساتھیوں کے لیے کشادگی اور نجات کا راستہ پیدا کر دے گا۔ ہم نے قوم کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا ہے اور ہم نے ان کو اور انہوں نے ہم کو عہد دیا ہے اور ہم دھوکا نہیں کرتے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 55-56 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس موقع پر حضرت عمرؓ کے جوش و خروش کا ذکر بھی ملتا ہے۔ لکھا ہے کہ مسلمانوں نے ان شرائط کو ناپسند کیا اور غضبناک ہو گئے۔ سُہَیل نے ان شرائط کے علاوہ سے صلح کا انکار کر دیا۔ جب انہوں نے صلح طے کر لی تو صرف لکھنا باقی تھا کہ عمر بن خطابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ کافر باطل پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں! تو انہوں نے کہا کہ کیا ہمارے مقتول جنت میں نہیں اور ان کے مقتول آگ میں نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں! تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم حدیبیہ کے دن جو صلح کر رہے ہیں تو اپنے دین سے متعلق ایسی ذلت کیوں برداشت کریں۔ کیا ہم یہاں سے یونہی لوٹ جائیں یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ بغیر لڑے چلے جائیں بغیر حق لیے چلے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَیں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اور وہ میری مدد کرنے والا ہے۔

تو عمر بن خطاب نے کہا کیا آپ نے ہم کو نہیں بتایا تھا کہ ہم بیت اللہ میں عنقریب آئیں گے اور بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں! کیا میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ تم اس سال آؤ گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا: بیشک تم بیت اللہ آؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

پھر حضرت عمرؓ غصہ کی حالت میں حضرت ابوبکرؓ کی طرف گئے اور صبر نہیں کیا۔ کہنے لگے اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے نبی حق پر نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیوں نہیں! پھر حضرت عمرؓ نے کہا کیا وہ باطل پر اور ہم حق پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں جائیں گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیوں نہیں! اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: پھر کیوں ہم اپنے دین میں کمزوری اختیار کریں اور ہم اس حال میں واپس لوٹ جائیں کہ اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور اپنے ربّ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے والا ہے۔ پھر حضرت عمرؓ کو کہا کہ پس تُو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ مرتے دم تک منسلک رکھ۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ کہا وہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں۔ پھر کہا کیا وہ ہم سے بیان نہیں کرتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ آئیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کیوں نہیں! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ اسی سال طواف کرو۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ تو تم ضرور بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ بہر حال حضرت عمرؓ پر یہ شرائط بہت گراں گزریں۔

بخاری میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! جب سے میں اسلام لایا تو میں نے کبھی شک نہیں کیا سوائے حدیبیہ کے دن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا جواب دیتا رہا۔ یعنی کہ میں کبھی آگے سے بولا نہیں تھا لیکن اس وقت بولتا رہا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جَرّاحؓ نے کہا اے ابن خطاب! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کیوں نہیں سنتا جو وہ کہتے ہیں۔ تُو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگ اور اپنی رائے درست کر۔ حضرت

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ

(سورۃ البقرہ:187)

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

ارشاد باری تعالیٰ

اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (سورۃ البقرہ:279)

اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے، اگر تم (فی الواقعہ) مومن ہو

طالبِ دعا: سید عارف احمد، والد و والدہ مرحومہ اور فیملی و مرحومین (ننگل باغبانہ، قادیان)

عمرؓ نے کہا پھر میں اللہ کی پناہ طلب کرنے لگا۔ مجھے اتنی شرم کبھی بھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ پھر میں نیک اعمال بھی کرتا رہا تا کہ اس گناہ کی معافی ہو سکے جو میں نے حکم بجالانے میں ابتدا میں توقف کیا تھا۔ میں اس گفتگو کی وجہ سے جو میں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی صدقہ کرتا رہا، روزے رکھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے امید ہوگئی کہ اب خیر ہوگی۔ یعنی کہ احساس ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اب بخش دے گا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 52-53 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ''ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

میں نے تم کو بہت حکم دیئے مگر میں نے تم سے مخلص ترین لوگوں کے اندر بھی بعض دفعہ احتجاج کی روح دیکھی مگر ابوبکرؓ کے اندر میں نے یہ روح کبھی نہیں دیکھی۔''

حضرت ابوبکرؓ کی یہ صفت بیان کی کہ کبھی انہوں نے میری بات کا انکار نہیں کیا، چاہے پسند ہے یا نہیں ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ''چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا انسان بھی گھبرا گیا اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ کیا ہمارے ساتھ خدا کا یہ وعدہ نہیں تھا کہ ہم عمرہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں خدا کا وعدہ تھا۔ انہوں نے کہا کیا خدا کا ہمارے ساتھ یہ وعدہ نہیں تھا کہ وہ ہماری تائید اور نصرت کرے گا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تھا۔ انہوں نے کہا تو پھر کیا ہم نے عمرہ کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا عمرؓ! خدا نے کب کہا تھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے؟ پھر انہوں نے کہا کہ کیا ہم کو فتح و نصرت حاصل ہوئی؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا خدا اور اس کا رسول فتح و نصرت کے معنے ہم سے بہتر جانتے ہیں مگر عمر کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا خدا کا ہم سے یہ وعدہ نہ تھا کہ ہم مکہ میں طواف کرتے ہوئے داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا ہم خدا کی جماعت نہیں؟ اور کیا خدا کا ہمارے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ نہیں تھا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں، تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو یارسول اللہ! کیا ہم نے عمرہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ خدا نے کب کہا تھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ یہ تو میرا خیال تھا کہ اس سال عمرہ ہو گا۔ خدا نے تو کوئی تعیین نہیں کی تھی۔ انہوں نے کہا تو پھر فتح و نصرت کے وعدے کے کیا معنے ہوئے؟'' حضرت عمرؓ نے یہ سوال کیا۔ ''آپؐ نے فرمایا نصرت خدا کی ضرور آئے گی اور جو وعدہ اس نے کیا ہے وہ بہرحال پورا ہوگا۔ گویا جو جواب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا وہی جواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔''

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 382)

حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ مختلف روایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے اور اپنے جذبات کا اظہار کرنے اور حضرت ابوبکر کے پاس جا کر یہی بات کرنے کی ملتی ہیں۔ ترتیب مختلف ہے جیسے پہلے بیان کی اور اب بیان کی لیکن واقعہ بہرحال ایک ہی ہے اور اس واقعہ کی صداقت پر ان کے آگے پیچھے ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

صلح کے معاہدے کی تحریر کے بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ''بہرحال بڑی رَدّ و کَد کے بعد یہ معاہدہ تکمیل کو پہنچا اور قریباً ہر امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو چھوڑ کر قریش کا مطالبہ مان لیا اور خدائی منشاء کے ماتحت اپنے اس عہد کو پوری وفاداری کے ساتھ پورا کیا کہ بیت اللہ کے اکرام کی خاطر قریش کی طرف سے جو مطالبہ بھی ہوگا اسے مان لیا جائے گا اور بہرصورت حرم کے احترام کو قائم رکھا جائے گا اس معاہدہ کی شرائط حسب ذیل تھیں:۔

1۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی اس سال واپس چلے جائیں۔

2۔آئندہ سال وہ مکہ میں آکر رسم عمرہ ادا کر سکتے ہیں مگر سوائے نیام میں بند تلوار کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو اور مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔

3۔اگر کوئی مرد مکہ والوں میں سے مدینہ جائے تو خواہ وہ مسلمان ہی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے مدینہ میں پناہ نہ دیں اور واپس لوٹا دیں۔ چنانچہ اس تعلق میں صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ اِلَيْنَا۔ یعنی ''ہم میں سے اگر کوئی مرد آپ کے پاس جائے تو آپ اسے واپس لوٹا دیں گے'' لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ کو چھوڑ کر مکہ میں آجائے تو اسے واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔'' انہوں نے اپنی شرط منوالی کہ مسلمان ہو کے اگر کوئی مدینہ جاتا ہے تو واپس ہوگا لیکن اگر مسلمان کسی طرح مکہ میں آجائے اور پکڑا جائے تو وہ واپس نہیں لوٹایا جائے گا۔

''اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر مکہ والوں میں سے کوئی شخص اپنے ولی یعنی گارڈین (guardian) کی اجازت کے بغیر مدینہ آجائے تو اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔

4۔قبائل عرب میں سے جو قبیلہ چاہے مسلمانوں کا حلیف بن جائے اور جو چاہے اہل مکہ کا۔''

اور پانچویں شرط یہ تھی کہ

''5۔ یہ معاہدہ فی الحال دس سال تک کے لیے ہوگا اور اس عرصہ میں قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ بند رہے گی۔''

صلح حدیبیہ کے گواہ کے بارے میں تفصیل اس طرح ہے کہ ''اس معاہدہ کی دو نقلیں کی گئیں اور بطور گواہ کے فریقین کے متعدد معززین نے ان پر دستخط ثبت کیے۔ مسلمانوں کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ (جو اس وقت تک مکہ سے واپس آچکے تھے) عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور ابوعبیدہؓ تھے۔ معاہدہ کی تکمیل کے بعد سُہَیل بن عمرو معاہدہ کی ایک نقل لے کر مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا اور دوسری نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہی۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 768-769)

صحابہؓ میں اضطراب کا بھی ذکر ملتا ہے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ جب آپؐ اس تحریر کے قضیہ سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ اٹھو اپنے اونٹوں کو ذبح کرو۔ پھر سر منڈواؤ۔ تو ان میں سے کوئی ایک بھی کھڑا نہ ہوا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات تین دفعہ کہی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 56 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ''جب سُہَیل واپس جا چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ ''لو اب اٹھو اور یہیں اپنی قربانیاں ذبح کر کے سروں کے بال منڈوا دو۔ (قربانی کے بعد سر کے بالوں کو منڈوایا یا کتروایا جاتا ہے) اور واپسی کی تیاری کرو'' مگر صحابہ کو اس بظاہر رسوا کن معاہدہ کی وجہ سے سخت صدمہ تھا اور ساتھ ہی جب انہیں اس طرف خیال جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک خواب کی بنا پر یہاں لائے تھے اور اللہ تعالیٰ نے خواب میں طواف بیت اللہ کا نظارہ بھی دکھایا تھا تو ان کی طبیعت'' صحابہ کی طبیعت ''بہت مضمحل ہونے لگتی اور وہ قریباً بے جانوں کی طرح بے حس و حرکت پڑے تھے۔ انہیں خدا کے رسول پر پورا پورا ایمان تھا اور اس کے وعدہ پر بھی کامل یقین تھا مگر لوازمات بشریت کے ماتحت'' بشری تقاضے ہیں ''ان کے دل اس ظاہری ناکامی پر غموں سے نڈھال تھے۔'' فوری ری ایکشن یہ تھا۔ ''اس لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا کہ اب یہیں قربانی کے جانور ذبح کر دو۔'' مکہ میں ہم داخل ہوئے ہیں یا نہیں، کعبہ میں گئے ہیں یا نہیں، طواف کیا ہے یا نہیں۔ یہاں بیٹھے ہیں قربانی کر دو'' اور واپس لوٹ چلو تو کسی صحابی نے سامنے سے حرکت نہ کی۔'' کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ جو قربانیاں کرنے لائے تھے سب بیٹھے رہے۔ ''اس لیے نہیں کہ وہ نعوذ باللہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان تھے کیونکہ صحابہ سے بڑھ کر دنیا کے پردے پر کوئی فرمانبردار جماعت نہیں گزری۔ پس ان کی طرف سے یہ عدم تعمیل بغاوت یا نافرمانی کے رنگ میں نہ تھی بلکہ اس لیے تھی کہ غم اور ظاہری ذلت کے احساس نے انہیں اتنا نڈھال کر رکھا تھا کہ وہ گویا سنتے ہوئے نہ سنتے تھے اور دیکھتے ہوئے بھی ان کی آنکھیں کام نہ کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد کو دوبارہ، سہ بارہ دہرایا مگر کسی صحابی نے سامنے سے حرکت نہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا صدمہ ہوا'' کہ میرے حکم پر کوئی عمل نہیں کر رہا۔ ''اور آپؐ خاموش ہو کر اپنے خیمہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اندرونِ خیمہ آپؐ کی حرم محترم حضرت اُم سلَمہؓ جو ایک نہایت زیرک خاتون تھیں یہ سارا نظارہ دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے مؤقّر اور محبوب خاوند کو فکرمند حالت میں اندر آتے دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے آپؐ کے فکر و تشویش کی تفاصیل معلوم کیں تو ہمدردی اور محبت کے انداز میں عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ رنج نہ فرمائیں۔ آپ کے صحابہ خدا کے فضل سے نافرمان نہیں۔ مگر اس صلح کی شرائط نے انہیں غم سے دیوانہ

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا''

(ترمذی، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک)

طالب دُعا: نورالہدیٰ اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ سملیہ، صوبہ جھارکھنڈ)

ارشاد نبوی ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر وہ کام جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔'' (الجامع الصغیر للسیوطی حرف کاف)

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (صوبہ کرناٹک)

بنا رکھا ہے۔ پس میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ان سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ خاموشی کے ساتھ باہر جا کر اپنے قربانی کے جانور کو ذبح فرما دیں اور اپنے سر کے بالوں کو منڈوا دیں۔ پھر آپ کے صحابہ خود بخود آپ کے پیچھے ہولیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تجویز پسند آئی اور آپؐ نے باہر تشریف لا کر بغیر کچھ کہے اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کر کے اپنے سر کے بال منڈوانے شروع کر دیے۔

صحابہؓ نے یہ منظر دیکھا تو جس طرح ایک سویا ہوا شخص کوئی شور وغیرہ سن کر اچانک بیدار ہوتا ہے وہ چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دیوانہ وار اپنے جانوروں کو ذبح کرنا شروع کر دیا اور ایک دوسرے کے سر کے بال مونڈنے لگے۔ مگر غم نے اس قدر بے چین کر رکھا تھا کہ راوی بیان کرتا ہے کہ اس وقت ایسا عالم تھا کہ ڈر تھا کہ مسلمان کہیں ایک دوسرے کے بال مونڈتے مونڈتے ایک دوسرے کا گلا ہی نہ کاٹ دیں۔

بہر حال حضرت ام سلمہؓ کی تجویز کارگر ہوئی اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے الفاظ وقتی طور پر ناکام رہے تھے آپؐ کے عمل نے سوئے ہوؤں کو چونکا کر بیدار کر دیا۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 769-770)

یہ حوالہ بھی سیرت خاتم النبیینؐ کا ہے۔

چنانچہ جب حُدَیبیہ مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کے اونٹ کو ذبح کر دیا تو قربانی کے جانوروں میں سے ابو جہل کا اونٹ جو بدر کے مال غنیمت میں سے تھا اس وقت بھاگ گیا جب وہ چَر رہا تھا۔ وہ چھوڑا ہوا تھا چلا گیا اور اس کو ہار پہنایا گیا تھا اور اس کا اِشعار کیا گیا۔ وہ کچھ عرصہ کے لیے دوڑ گیا لیکن بہر حال آخر میں اس وقت پکڑا گیا تو قربانی کے لیے لایا گیا تھا۔ آپؐ نے اس اونٹ کو سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستّر جانوروں کو ذبح کیا۔ ایک جانور سات آدمیوں کی طرف سے تھا اور اس دن ہم چودہ سو آدمی تھے۔ قربانی کرنے والے لوگوں سے زیادہ وہ لوگ تھے جنہوں نے قربانی نہیں کی تھی۔ اتنی حیثیت نہیں تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم سے باہر مقیم تھے لیکن نمازیں حرم میں ادا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلم قبیلہ کے ایک آدمی کے ہاتھ اپنے قربانی کے جانوروں میں سے بیس جانور بھیجے تاکہ وہ ان جانوروں کو مَرْوَہ کے قریب ذبح کر دے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانوروں کو ذبح کرنے سے فارغ ہو گئے تو خیمے میں تشریف لے گئے اور حضرت خِرَاش بن اُمَیّہؓ کو بلایا اور اپنے سر کا حلق کروایا اور اپنے بالوں کو ایک جانب میں سبز خاردار درخت کے اوپر ڈال دیا۔ لوگ درخت کے اوپر سے بال اٹھانے لگے اور آپس میں تقسیم کرنے لگے۔ حضرت اُمّ عُمارہؓ نے آپؐ کے کچھ بال لیے۔ وہ مریض کے لیے انہیں پانی میں ڈالتیں اور مریض کو بھی علاج کے لیے پلاتیں۔ تو کہتے ہیں کہ جن کا علاج کیا جاتا ان میں سے بعض مریض تندرست ہو جاتے تھے۔ ان میں برکت تھی۔ صحابہؓ میں سے بعض بعض کا سر مونڈنے لگے۔ بعض نے بال منڈوائے اور بعض نے بال کتروائے جن میں حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوقتادہؓ بھی شامل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر خیمہ سے باہر نکالا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اور قصر کروانے والے۔ یعنی کٹوانے والوں سے؟ تو تین دفعہ آپؐ نے فرمایا اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے اور چوتھی مرتبہ فرمایا اور قصر کرنے والوں یعنی بال کتروانے والوں پر بھی رحم کرے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں انیس (19) دن تک مقیم رہے اور کہا جاتا ہے کہ بیس (20) راتیں قیام کیا۔ محمد بن عمر واقدی اور ابن سعد نے اس کا ذکر کیا ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 57 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 34 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ''قربانی وغیرہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف واپسی کا حکم دیا۔ اس وقت آپؐ کو حدیبیہ میں آئے کچھ کم بیس یوم ہو چکے تھے۔ جب آپؐ واپسی سفر میں عُسفان کے قریب کُرَاعُ الْغَمِیم میں پہنچے اور یہ رات کا وقت تھا تو اعلان کرا کے صحابہ کو جمع کروایا اور فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے اور وہ یہ ہے۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ﴿۲﴾ لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَ یَہۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿۳﴾ وَّ یَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا ...... '' یہ دو سے چار تک آیتیں ہیں سورت فتح کی۔ پھر اٹھائیسویں آیت بھی اس کے بارے میں ہے کہ ''لَقَدۡ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوۡلَہُ الرُّءۡیَا بِالۡحَقِّ ۚ لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیۡنَ ۙ مُحَلِّقِیۡنَ رُءُوۡسَکُمۡ وَ مُقَصِّرِیۡنَ ۙ لَا تَخَافُوۡنَ (الفتح: 2 تا 4 و 28) یعنی ''اے رسول! ہم نے تجھے ایک عظیم الشان فتح عطا کی ہے تاکہ ہم تیرے لیے ایک ایسے دور کا آغاز کرا دیں جس میں تیری اگلی اور پچھلی سب کمزوریوں پر مغفرت کا پردہ پڑ جائے اور تا خدا اپنی نعمت کو تجھ پر کامل کرے اور تیرے لیے کامیابی کے سیدھے رستے کھول دے اور ضرور خدا تعالیٰ تیری زبردست نصرت فرمائے گا...... حق یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسول کی اس خواب کو پورا کر دیا جو اس نے رسول کو دکھائی تھی۔ کیونکہ اب تم انشاء اللہ ضرور ضرور امن کی حالت میں مسجد حرام میں داخل ہو گے اور قربانیوں کو خدا کی راہ میں پیش کر کے اپنے سر کے بالوں کو منڈواؤ گے یا کترواؤ گے اور تم پر کوئی خوف نہیں ہو گا۔'' یعنی اگر تم اس سال مکہ میں داخل ہو جاتے تو یہ داخلہ امن کا نہ ہوتا بلکہ جنگ اور خون ریزی کا داخلہ ہوتا مگر خدا نے خواب میں امن کا داخلہ دکھایا تھا۔ اس لیے خدا نے اس سال معاہدہ کے نتیجہ میں امن کی صورت پیدا کر دی اور اب عنقریب تم خدا کی دکھائی ہوئی خواب کے مطابق امن کی حالت میں مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب آپؐ نے یہ آیات صحابہ کو سنائیں تو چونکہ بعض صحابہؓ کے دل میں ابھی تک صلح حدیبیہ کی تلخی باقی تھی وہ حیران ہوئے کہ ہم تو بظاہر ناکام ہو کر واپس جا رہے ہیں اور خدا ہمیں فتح کی مبارک باد دے رہا ہے حتّٰی کہ بعض جلد باز صحابہؓ نے اس قسم کے الفاظ بھی کہے کہ کیا یہ فتح ہے کہ ہم طواف بیت اللہ سے محروم ہو کر واپس جا رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپؐ نے بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ایک مختصر سی تقریر میں جوش کے ساتھ فرمایا:

''یہ بہت بیہودہ اعتراض ہے کیونکہ غور کیا جائے تو واقعی حدیبیہ کی صلح ہمارے لیے ایک بڑی بھاری فتح ہے۔''

فرمایا کہ

''قریش جو ہمارے خلاف میدان جنگ میں اترے ہوئے تھے انہوں نے خود جنگ کو ترک کر کے امن کا معاہدہ کر لیا ہے اور آئندہ سال ہمارے لیے مکہ کے دروازے کھول دینے کا وعدہ کیا ہے اور ہم امن وسلامتی کے ساتھ اہل مکہ کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ ہو کر آئندہ فتوحات کی خوشبو پاتے ہوئے واپس جا رہے ہیں۔ پس یقیناً یہ فتح ایک عظیم الشان فتح ہے۔ کیا تم لوگ ان نظاروں کو بھول گئے کہ یہی قریش اُحد اور احزاب کی جنگوں میں کس طرح تمہارے خلاف چڑھائیاں کر کر کے آئے تھے۔ اور یہ زمین باوجود فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی تھی اور تمہاری آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آتے تھے۔ مگر آج یہی قریش تمہارے ساتھ امن وامان کا معاہدہ کر رہے ہیں۔'' صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سمجھ گئے۔ ہم سمجھ گئے۔ جہاں تک آپؐ کی نظر پہنچی ہے وہاں تک ہماری نظر نہیں پہنچتی۔ مگر اب ہم نے سمجھ لیا ہے کہ واقعی یہ معاہدہ ہمارے لیے ایک بھاری فتح ہے۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے 770 تا 772)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ''حدیبیہ کے قصہ کو خدا تعالیٰ نے فتح مبین کے نام سے موسوم کیا ہے اور فرمایا ہے۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا۔ (الفتح: 2) وہ فتح اکثر صحابہؓ پر بھی مخفی تھی بلکہ بعض منافقین کے ارتداد کی موجب ہوئی مگر دراصل وہ فتح مبین تھی۔ گو اس کے مقدمات نظری اور عمیق تھے۔''

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 90)

علامہ بَلَاذُرِی نے لکھا ہے کہ صلح کے بہت سے نتائج اور ثمرات ظاہر ہوئے۔ بالآخر مکہ مکرمہ فتح ہوا۔ سارے مکہ والے اسلام میں داخل ہو گئے۔ لوگ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صلح سے قبل لوگ باہم مل نہیں سکتے تھے نہ ان کے سامنے آپؐ کا معاملہ عیاں تھا۔ ان کے پاس ایسا شخص نہ آتا جو تفصیل سے آپؐ کے حالات بتاتا۔

جب صلح حدیبیہ ہوئی تو لوگ باہم ایک دوسرے سے ملے۔ مشرکین مدینہ آئے۔ مسلمان مکہ گئے۔ وہ اپنے اہل خانہ دوستوں اور خیر خواہوں سے ملے۔ ان سے حضور اکرمؐ کے ارشادات اور معجزات کا ذکر سنا۔ نبوت کی علامتیں جانیں۔ آپ کی حسن سیرت اور اسوہ حسنہ سے آگاہ ہوئے۔ بہت سے امور کا بنظر خود جائزہ لیا تو ان کے نفس ایمان کی طرف مائل ہوئے حتی کہ بہت سے لوگوں نے ایمان لانے کی طرف جلدی کی اور صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان اسلام لے آئے۔ دوسروں کا اسلام کی طرف میلان ہو گیا حتی کہ مکہ کے روز سارے ایمان لے آئے۔ اہل عرب قریش کے اسلام لانے کے ہی منتظر تھے۔ جب قریش ایمان لے آئے تو سارا عرب ایمان لے آیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 80 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صلح حدیبیہ کی ہے تو صلح حدیبیہ کے مبارک ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپ کے پاس آنے کا موقع ملا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں تو ان میں صدہا مسلمان ہو گئے۔ جب تک انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں نہ سنی تھیں ان میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک دیوار حائل تھی جو آپؐ کے حُسن و جمال پر ان کو اطلاع نہ پانے دیتی تھی اور جیسا دوسرے لوگ کذاب کہتے تھے (معاذ اللہ) وہ بھی کہہ دیتے تھے اور ان فیوض و برکات سے بے نصیب تھے جو آپؐ لے کر آئے تھے اس لیے کہ دُور تھے۔ لیکن جب وہ حجاب اٹھ گیا اور پاس آ کر دیکھا اور سنا تو وہ محرومی نہ رہی اور سعیدوں کے گروہ میں داخل ہو گئے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 371۔ ایڈیشن 2022ء)

❁❁❁

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

قرآں خدا نُما ہے خدا کا کلام ہے! ✡ بے اِس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

جو لوگ شک کی سردیوں سے تھرتھراتے ہیں ✡ اِس آفتاب سے وہ عجب دُھوپ پاتے ہیں

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

خطبہ جمعہ

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں ہی فرما دیا تھا اگر کوئی مسلمان مدینہ سے منحرف ہو کر جائے گا تو وہ ایک گندا عضو ہوگا جس کا کاٹا جانا ہی بہتر تھا۔ لیکن اس کے مقابل پر اگر کوئی شخص سچے دل سے مسلمان ہو کر مکہ سے نکلے گا تو خواہ اسے مدینہ میں جگہ ملے یا نہ ملے وہ جہاں بھی رہے گا اسلام کی مضبوطی کا باعث ہوگا اور بالآخر اللہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی رستہ کھول دے گا'' (سیرت خاتم النبیینؐ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبصیر! تم جانتے ہو کہ ہم ان لوگوں کو اپنا عہد و پیمان دے چکے ہیں اور ہمارے مذہب میں عہد شکنی جائز نہیں ہے۔ پس تم ان لوگوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ پھر اگر تم صبر و استقلال کے ساتھ اسلام پر قائم رہو گے تو خدا تمہارے لیے اور تم جیسے دوسرے بے بس مسلمانوں کے لیے خود کوئی نجات کا رستہ کھول دے گا۔''

جب مکہ کے دوسرے مخفی اور کمزور مسلمانوں کو یہ علم ہوا کہ ابوبصیر نے ایک علیحدہ ٹھکانا بنا لیا ہے تو وہ بھی آہستہ آہستہ مکہ سے نکل نکل کر سیف البحر میں پہنچ گئے

تھوڑے عرصہ میں ہی قریش نے ہتھیار ڈال دیئے اور ابوبصیر کی پارٹی کے حملوں سے تنگ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سفارت کے ذریعہ درخواست کی اور اپنی رشتہ داری کا واسطہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا کہ سیف البحر کے مہاجرین کو مدینہ میں بلا کر اپنے سیاسی انتظام میں شامل کر لیں اور ساتھ ہی صلح حدیبیہ کی اس شرط کو کہ مکہ کے نومسلموں کو مدینہ میں پناہ نہیں دی جائے گی اپنی خوشی سے منسوخ کر دیا۔

انصاف کے دعویداروں کے ہمیشہ سے یہی دوہرے معیار ہیں جس نے دنیا میں فساد پیدا کیا ہوا ہے اور آج بھی یہی فساد چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آج بھی دنیا کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو خود بھی عقل دے اور ان دجالی فتنوں سے بھی بچائے رکھے

صلح حدیبیہ کے حالات و واقعات کا بیان نیز اس تعلق میں عیسائی مؤرخین کی جانب سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کا مسکت جواب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 06 دسمبر 2024ء بمطابق 06 فتح 1403 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ○ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ○ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ○

صلح حدیبیہ کے ذکر میں آج بھی کچھ مزید تفصیل بیان کروں گا۔

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''معاہدوں میں رخنے رہ جایا کرتے ہیں جو بعض اوقات بعد میں اہم نتائج کا باعث بن جاتے ہیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ میں بھی یہ رخنہ رہ گیا تھا کہ اس میں گو مسلمان مردوں کی واپسی کے متعلق صراحتاً ذکر تھا مگر ایسی عورتوں کا کوئی ذکر نہیں تھا جو اہلِ مکہ میں سے اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں آملیں۔ مگر جلد ہی ایسے حالات رونما ہونے لگے جن سے کفار مکہ پر اس رخنہ کا وجود کھلے طور پر ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ ابھی اس معاہدہ پر بہت تھوڑا وقت گزرا تھا کہ مکہ سے بعض مسلمان عورتیں کفار کے ہاتھ سے چھٹ کر مدینہ میں پہنچ گئیں۔ ان میں سب سے اوّل نمبر پر مکہ کے ایک فوت شدہ مشرک رئیس عقبہ ابن ابی معیط کی لڑکی ام کلثوم تھی جو ماں کی طرف سے حضرت عثمانؓ بن عفان کی بہن بھی لگتی تھی۔ ام کلثوم بڑی ہمت دکھا کر پا پیادہ مدینہ پہنچی۔'' اتنا لمبا سفر اس عورت نے پیدل کیا۔ ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ مگر اس کے پیچھے پیچھے اس کے دو قریبی رشتہ دار بھی اس کے پکڑنے کے لیے پہنچ گئے اور اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ان لوگوں کا دعویٰ یہ تھا کہ (گو معاہدہ میں مرد کا لفظ استعمال ہوا ہے مگر) دراصل معاہدہ عام ہے اور عورت مرد دونوں پر مساوی اثر رکھتا ہے۔ مگر امِ کلثوم معاہدہ کے الفاظ کے علاوہ اس بنا پر بھی عورتوں کے معاملہ میں استثناء کی مدعی تھی کہ عورت ایک کمزور جنس سے تعلق رکھتی ہے اور ویسے بھی وہ مرد کے مقابلہ پر ایک ماتحت پوزیشن میں ہوتی ہے اس لیے اسے واپس کرنا گویا روحانی موت کے منہ میں دھکیلنا اور اسلام سے محروم کرنا ہے۔ پس عورتوں کا اس معاہدہ سے مستثنیٰ سمجھا جانا نہ صرف عین معاہدہ کے مطابق بلکہ عقلاً بھی قرین انصاف اور ضروری تھا۔ اس لیے طبعاً اور انصافاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امِ کلثوم کے حق میں فیصلہ فرمایا اور اس کے رشتہ داروں کو واپس لوٹا دیا اور خدا تعالیٰ نے بھی اس فیصلہ کی تائید فرمائی۔ چنانچہ انہی دنوں میں یہ قرآنی آیات نازل ہوئیں کہ جب کوئی عورت اسلام کا اِدّعا کرتی ہوئی مدینہ میں آئے تو اس کا اچھی طرح سے امتحان کرو اور اگر وہ نیک بخت اور مخلص ثابت ہو تو پھر اسے کفار کی طرف ہرگز نہ لوٹاؤ، لیکن اگر وہ شادی شدہ ہو تو اس کا مہر اس کے مشرک خاوند کو ضرور ادا کر دو۔ اس کے بعد جب بھی کوئی عورت مکہ سے نکل کر مدینہ میں پہنچتی تھی تو اس کا اچھی طرح سے امتحان لیا جاتا تھا اور اس کی نیت اور اخلاص کو اچھی طرح پرکھا جاتا تھا۔ پھر جو عورتیں نیک نیت اور مخلص ثابت ہوتی تھیں اور ان کی ہجرت میں کوئی دنیوی یا نفسانی غرض نہیں پائی جاتی تھی تو انہیں مدینہ میں رکھ لیا جاتا تھا اور اگر وہ شادی شدہ ہوتی تھیں تو ان کا مہر اُن کے خاوندوں کو ادا کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ مسلمانوں میں شادی کرنے کے لیے آزاد ہوتی تھیں۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 772-773)

معاہدے کی شرائط کے ضمن میں ہی ایک واقعہ کا ذکر ملتا ہے جو حضرت ابوبصیر کا ہے۔ اس کی تفصیل بھی یوں بیان ہوئی ہے کہ ''معاہدہ حدیبیہ کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ کی طرف آوے تو مدینہ والے اسے پناہ نہیں دیں گے بلکہ واپس لوٹا دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان اسلام سے منحرف ہو کر مکہ کا رخ کرے تو مکہ والے اسے واپس نہیں کریں گے۔ بظاہر یہ شرط مسلمانوں کے لیے موجبِ ہتک سمجھی گئی تھی اور اسی لیے کئی مسلمان اس پر دل برداشتہ تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر اور فہیم صحابی کو بھی اس وقت کی برق زدہ فضا میں'' یعنی اس ماحول میں لوگوں کے اس فیصلے سے دل جل رہے تھے، بجلی پڑی ہوئی تھی کہ ہم اپنا حق چھوڑ رہے ہیں۔ ''اس شرط پر ناراضگی اور بے چینی پیدا ہوئی تھی۔ مگر اس کے بعد جلد ہی ایسے حالات پیدا ہو گئے جن سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ دراصل یہ شرط قریش کے لیے کمزوری کا باعث اور مسلمانوں کی مضبوطی کا موجب تھی۔ کیونکہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں ہی فرما دیا تھا اگر کوئی مسلمان مدینہ سے منحرف ہو کر جائے گا تو وہ ایک گندا عضو ہوگا''

منافق یا ایسے لوگ جن کے دلوں میں کجی تھی وہی اسلام لا کے پھر چھوڑ سکتے تھے، مرتد ہوتے تھے۔ اس لیے اگر وہ جاتا ہے تو بیشک جائے۔ کیا ضرورت ہے اسے واپس مدینہ لانے کی۔ اس لیے آپ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ٹھیک ہے ہمیں اس پہ کوئی اعتراض نہیں کیونکہ وہ ایک گندا عضو ہے ''جس کا کاٹا جانا ہی بہتر تھا۔ لیکن اس کے مقابل پر اگر کوئی شخص سچے دل سے مسلمان ہو کر مکہ سے نکلے گا تو خواہ اسے مدینہ میں جگہ ملے یا نہ ملے وہ جہاں بھی رہے گا اسلام کی مضبوطی کا باعث ہوگا اور بالآخر اللہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی رستہ کھول دے گا۔

اس نظریہ نے جلد ہی اپنی صداقت کو ثابت کر دیا کیونکہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں تشریف لائے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک شخص ابوبصیر عُتْبہ بن اُسَیْد ثَقَفِی جو مکہ کا رہنے والا تھا اور قبیلہ

بنو زُہرَہ کا حلیف تھا مسلمان ہو کر اور مکہ والوں کی حراست سے بھاگ کر مدینہ پہنچا۔ قریش مکہ نے اس کے پیچھے پیچھے اپنے دو آدمی بھجوائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ ابوبصیر کو معاہدہ کی شرط کے مطابق ان کے حوالہ کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیر کو بلایا اور واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ ابوبصیر نے سامنے سے واویلا کیا'' شور مچانے لگ گیا'' کہ مَیں مسلمان ہوں اور یہ لوگ مجھے مکہ میں تنگ کریں گے اور اسلام سے منحرف ہو جانے کے لیے جبر سے کام لیں گے۔ آپ نے فرمایا'' ہم معاہدہ کی وجہ سے معذور ہیں اور تمہیں یہاں نہیں رکھ سکتے اور اگر تم خدا کی رضا کی خاطر صبر سے کام لو گے تو خدا خود تمہارے لیے کوئی رستہ کھول دے گا مگر ہم مجبور ہیں اور کسی صورت میں معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معاہدوں پر کتنی پابندی تھی!

'' ناچار ابوبصیر ان لوگوں کے ساتھ واپس روانہ ہو گیا مگر چونکہ اس کے دل میں اس بات کی سخت دہشت تھی کہ مکہ میں پہنچ کر اس پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جائیں گے اور اسے اسلام جیسی نعمت کو چھپا کر رکھنا پڑے گا بلکہ شاید جبر وتشدد کی وجہ سے اس سے ہاتھ ہی دھونا پڑے۔ اس لیے جب یہ پارٹی ذوالحلیفہ میں پہنچی جو مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر مکہ کے راستہ پر ہے تو ابوبصیر نے موقع پا کر اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو جو اس پارٹی کا رئیس تھا قتل کر دیا اور قریب تھا کہ دوسرے کو بھی نشانہ بنائے مگر وہ اپنی جان بچا کر اس طرح بھاگا کہ ابوبصیر سے پہلے مدینہ پہنچ گیا۔ پیچھے پیچھے ابوبصیر بھی مدینہ میں آ پہنچا۔ جب یہ شخص مدینہ میں پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اس کی خوف زدہ حالت کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے اسے کوئی خوف وہراس کا سخت دھکا لگا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس نے خود بھی ہانپتے کانپتے آپؐ سے عرض کیا کہ'' میرا ساتھی مارا گیا ہے اور میں بھی گویا موت کے منہ میں ہوں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے واقعہ سنا اور تسلی دی۔ اتنے میں ابوبصیر بھی ہاتھ میں تلوار تھامے آ پہنچا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا'' یا رسول اللہ! آپ نے مجھے قریش کے حوالہ کر دیا تھا اور آپ کی ذمہ داری ختم ہو گئی مگر مجھے خدا نے ظالم قوم سے نجات دے دی ہے اور اب آپ پر میری کوئی ذمہ داری نہیں۔'' آپ نے بے ساختہ فرمایا: وَيْلُ اُمِّهٖ مُسْعِرُ حَرْبٍ لَّوْ كَانَ لَهٗ اَحَدٌ۔ یعنی اس کی ماں کے لیے خرابی ہو (یہ الفاظ عربوں کے محاورہ میں لفظی معنوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ملامت یا تعجب یا ناراضگی کے موقع پر بولے جاتے ہیں)۔'' فرمایا کہ'' یہ شخص تو جنگ کی آگ بھڑکا رہا ہے کاش! کوئی اسے سنبھالنے والا ہو۔

ابوبصیر نے یہ الفاظ سنے تو سمجھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے بہرحال معاہدہ کی وجہ سے واپس جانے کا ارشاد فرمائیں گے۔ چنانچہ اس بارے میں بخاری کے الفاظ یہ ہیں:۔ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهٗ سَيَرُدُّهٗ اِلَيْهِمْ۔ یعنی'' جب ابوبصیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سنے تو جان لیا کہ آپؐ بہرحال اسے مکہ والوں کی طرف واپس بھجوا دیں گے۔'' اس پر وہ چپکے سے وہاں سے نکل گیا اور مکہ جانے کی بجائے جہاں اسے جسمانی اور روحانی دونوں موتیں نظر آتی تھیں بحیرۂ احمر کے ساحل کی طرف ہٹ کر سِیف البحر میں پہنچ گیا۔

جب مکہ کے دوسرے مخفی اور کمزور مسلمانوں کو یہ علم ہوا کہ ابوبصیر نے ایک علیحدہ ٹھکانا بنا لیا ہے تو وہ بھی آہستہ آہستہ مکہ سے نکل نکل کر سِیف البحر میں پہنچ گئے۔ انہی لوگوں میں رئیسِ مکہ سُہَیل بن عَمرو کا لڑکا ابوجَندَل بھی تھا ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حدیبیہ سے واپس لوٹا دیا تھا۔'' اس کا ذکر پچھلی دفعہ ہوا تھا۔'' آہستہ آہستہ ان لوگوں کی تعداد ستّر کے قریب یا بعض روایات کے مطابق تین سو تک پہنچ گئی اور اس طرح گویا مدینہ کے علاوہ ایک دوسری اسلامی ریاست بھی معرضِ وجود میں آ گئی جو مذہباً تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت تھی مگر سیاستاً جدا اور آزاد تھی۔ چونکہ ایک طرف حجاز کی حدود میں ایک علیحدہ اور آزاد سیاسی نظام کا موجود ہونا قریش کے لیے خطرہ کا باعث تھا اور دوسری طرف سِیف البحر کے مہاجر قریش مکہ سے سخت زخم خوردہ تھے اس لیے ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ان مہاجرینِ سِیف البحر اور قریش مکہ کے تعلقات نے قریباً قریباً وہی صورت اختیار کر لی جو ابتداء میں مہاجرینِ مدینہ کے متعلق پیدا ہوئی تھی اور چونکہ سیف البحر اس رستہ کے بالکل قریب تھا جو مدینہ سے شام کو جاتا تھا اس لیے قریش کے قافلوں کے ساتھ ان مہاجرین کی مٹھ بھیڑ ہونے لگی۔ اس نئی جنگ نے جلد ہی قریش کے لیے خطرناک صورت اختیار کر لی کیونکہ اول تو قریش سابقہ جنگ کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے اور دوسرے اب وہ پہلے کی نسبت تعداد میں بھی بہت کم تھے اور ان کے مقابل پر سیف البحر کی اسلامی ریاست جو ابوبصیر اور ابوجندل جیسے جان فروشوں کی کمان میں تھی۔ ایمان کے تازہ جوش اور اپنے گزشتہ مظالم کی تلخ یاد میں اس برقی طاقت سے معمور تھی جو کسی مقابلہ کو خیال میں نہیں لاتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں ہی قریش نے ہتھیار ڈال دیئے اور ابوبصیر کی پارٹی کے حملوں سے تنگ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سفارت کے ذریعہ درخواست کی اور اپنی رشتہ داری کا واسطہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا کہ سیف البحر کے مہاجرین کو مدینہ میں بلا کر اپنے سیاسی انتظام میں شامل کر لیں اور ساتھ ہی صلح حدیبیہ کی اس شرط کو کہ مکہ کے نومسلموں کو مدینہ میں پناہ نہیں دی جائے گی اپنی خوشی سے منسوخ کر دیا۔''

یہ شرط بھی انہوں نے خود ختم کر دی کہ جو مسلمان ہو کے مدینہ آئے اس کو واپس لوٹایا جائے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے آپ رکھیں بیشک۔

'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو منظور فرما لیا اور ابوبصیر اور ابوجندل کو ایک خط کے ذریعہ اطلاع بھجوائی کہ چونکہ قریش نے اپنی خوشی سے معاہدہ میں ترمیم کر دی ہے۔ اس لیے اب انہیں مدینہ میں چلے آنا چاہیے۔'' تم لوگ یہاں مدینہ آ جاؤ۔

'' جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی سیف البحر پہنچا تو اس وقت ابوبصیر بیمار ہو کر صاحبِ فراش تھا اور حالت نازک ہو رہی تھی۔ ابوبصیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب مبارک کو بڑے شوق کے ساتھ اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا اور تھوڑی دیر بعد اسی حالت میں جان دے دی۔''

ان کی وفات ہو گئی'' اور اس کے بعد ابوجندل اور اس کے ساتھی اپنے اس باہمت اور جوانمرد امیر کو سیف البحر میں ہی دفن کر کے خوشی اور غم کے مخلوط جذبات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ غم اس لیے کہ ان کا بہادر لیڈر ابوبصیر جو اس واقعہ کا ہیرو تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی سے محروم رہا اور خوشی اس بات پر کہ وہ خود اپنے آقا کے قدموں میں پہنچ گئے اور قریش کے خونی مقابلہ سے نجات ملی۔''

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 774 تا 777)

غیر مسلم مؤرخین حسب عادت تاریخ کو توڑ مروڑ کر اسلام پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے تعلق میں عیسائی مؤرخین کے اعتراضات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ'' غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کا کوئی اہم واقعہ ایسا نہیں ہے جسے مسیحی مؤرخین نے بغیر اعتراض کے چھوڑا ہو اور صلح حدیبیہ کا واقعہ بھی اسی کلیہ کے نیچے آتا ہے۔ بعض ضمنی اور غیر اہم اعتراضات کو نظر انداز کرتے ہوئے عیسائی مصنفین نے صلح حدیبیہ کے تعلق میں دو اعتراض کئے ہیں:۔

اوّل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صلح حدیبیہ کی شرائط سے عورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا یہ شرائط معاہدہ کی رو سے جائز نہیں تھا کیونکہ معاہدہ کے الفاظ عام تھے جس میں مرد عورت سب شامل تھے۔

دوم یہ کہ ابوبصیر کے واقعہ کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی روح کو توڑا بلکہ ابوبصیر کو یہ اشارہ دے کر کہ وہ مکہ میں واپس جانے کی بجائے ایک الگ پارٹی بنا کر اپنا کام کر سکتا ہے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔

ان اعتراضوں کے جواب میں سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیے کہ یہ معاہدہ قریش مکہ کے ساتھ ہوا تھا اور قریش مکہ وہ قوم تھی جو ابتداء اسلام سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برسر پیکار چلی آتی تھی'' اور جب معاہدہ ہو رہا تھا تو اس وقت بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جو ان کے نمائندے تھے وہ کس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپ کو ٹوک رہے تھے لیکن بہرحال'' اور بات بات پر اعتراض کرنے اور طعنہ دینے کی عادی تھی اور ویسے بھی وہ کوئی دور دراز کی غیر قوم نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہی قوم تھی جسے سب حالات کا پورا پورا علم تھا۔'' قریش جن کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا وہ تو اپنے ہی لوگ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے ہی تھے۔ ہر چیز کا ان کو علم بھی تھا اور بڑی تفصیل سے انہوں نے معاہدہ بھی طے کیا تھا۔ اس لیے یہ کہنا کہ عورت مرد شامل تھے ان کو بھی پتہ تھا کہ شامل تھے یا نہیں شامل تھے۔

بہرحال پھر لکھتے ہیں کہ'' اور پھر شرائط معاہدہ کی تمام تفصیلات اور ان کا مکمل پس منظر بھی ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ پس جب مکہ کے قریش نے جو فریق معاہدہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا اور اسے معاہدہ کے خلاف نہیں سمجھا تو تیرہ سو سال بعد میں آنے والے لوگوں کو جن کی آنکھوں سے بہت سی جزئی تفاصیل پوشیدہ ہیں اور انہیں اس معاہدہ کے پس منظر پر بھی پوری طرح آگاہی نہیں اعتراض کا حق کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟'' ان مشرکین نے تو اعتراض نہیں کیا۔ آجکل کے اسلام پر اعتراض کرنے والے مستشرقین اعتراض کرتے ہیں۔

'' یہ تو مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہوا کہ جن کے ساتھ یہ سارا قصہ گزرا وہ تو اسے درست قرار دے کر خاموش رہتے ہیں مگر تیرہ سو سال بعد میں آنے والوں نے گویا آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔

آخر یہ کیا وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ قرآن وحدیث اور عرب کی تاریخ ان اعتراضوں سے بھرے پڑے ہیں جو کفار مکہ اور دوسرے کفار عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف کیا کرتے تھے مگر یہ ذکر کسی جگہ نہیں آتا کہ مسلمانوں پر صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کا الزام لگایا گیا ہو۔'' ایک لمبے عرصہ تک کوئی اعتراض نہیں لگا۔ آج ان کو پتہ لگ رہا ہے کہ اعتراض کرو۔

'' علاوہ ازیں یہ بات مضبوط ترین شہادت سے ثابت ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

'' علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے
بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔''

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 195)

طالبِ دعا: سید جہانگیر علی صاحب مرحوم اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ احمدیہ فلک نما، حیدرآباد، صوبہ تلنگانہ)

وسلم نے قیصر روم کی طرف تبلیغی خط ارسال کیا اور اس وقت اتفاق سے ابوسفیان بن حرب رئیس مکہ بھی شام میں گیا ہوا تھا اور ھِرَقل شہنشاہ روم نے اسے اپنے دربار میں بلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض سوالات کئے جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ ’’کیا تمہاری قوم کے اس مدعی نبوت نے کبھی کسی معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے؟ تو اس سوال کے جواب میں ابوسفیان نے جو اس وقت رأس المنکرین، منکرین کا سردار تھا اور اسلام کا اشد ترین دشمن تھا جو الفاظ کہے وہ یہ تھے۔ ......’’نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی کسی معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی ہاں آج کل اس کے ساتھ ہمارے ایک معاہدہ کی میعاد چل رہی ہے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس معاہدہ کے اختتام تک اس کی طرف سے کیا امر ظاہر ہو۔ ابوسفیان کہتا ہے کہ اس ساری گفتگو میں میرے لیے اس فقرہ کے بڑھا دینے کے سوا کوئی اَور موقع نہیں تھا کہ میں آپؐ کے خلاف ہرقل کے دل میں کوئی امکانی شبہ پیدا کرسکوں۔‘‘

ابوسفیان اور ہرقل کی یہ گفتگو صلح حدیبیہ کے معاً بعد نہیں ہوئی تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہرقل کے نام تبلیغی خط تیار کر کے روانہ کرنے اور پھر اس خط کے ہرقل تک پہنچنے اور پھر ہرقل کی طرف سے دربار منعقد ہونے اور ابوسفیان کو تلاش کر کے اپنے دربار میں بلانے وغیرہ میں لازماً وقت لگا ہوگا‘‘ کیونکہ سفر بھی اس زمانے میں کوئی آسان نہیں تھے‘‘ اور قرین قیاس یہ ہے کہ اس وقت تک ابوبصیر کے مدینہ میں بھاگ آنے اور ام کلثوم وغیرہ مسلمان عورتوں کے مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ جانے کے واقعات ہو چکے ہوں گے۔ اسی لیے سب مؤرخ ابوبصیر اور امِ کلثوم والے واقعہ کو پہلے اور قیصر روم والے خط کے واقعہ کو اس کے بعد بیان کرتے ہیں مگر باوجود اس کے ابوسفیان ہرقل کے دربار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عہد شکنی کا الزام نہیں لگا سکا حالانکہ اس کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اس کی یہ خواہش تھی کہ اگر کوئی ہاتھ پڑ سکے تو دریغ نہ کروں۔ مگر باوجود اس کے تیرہ سو سال بعد میں پیدا ہونے والے نقاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عہد شکنی کا الزام لگاتے ہوئے خدا کا خوف محسوس نہیں کرتے۔ افسوس صد افسوس!

پھر اگر ان اعتراضوں کی تفصیل میں جائیں تو ان کا بوداپن اَور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

مثلاً پہلا اعتراض یہ ہے کہ دراصل معاہدہ میں مرد اور عورتیں دونوں شامل تھیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبردستی سے کام لے کر عورتوں کو مستثنیٰ قرار دے دیا، لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں‘‘ یہاں پہلے بیان ہوا ہے کہ ’’یہ اعتراض بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ معاہدہ کے وہ الفاظ جو صحیح ترین روایت میں بیان ہوئے ہیں ان میں صراحتاً مذکور ہے کہ معاہدہ میں صرف مرد مراد تھے نہ کہ مرد اور عورتیں دونوں۔ چنانچہ جیسا کہ......‘‘ یہ بیان ہوا ہے پہلے بھی کہ ’’......صحیح بخاری میں معاہدہ کے یہ الفاظ درج ہیں:۔ لَا یَأْتِیْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰی دِیْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ اِلَیْنَا۔ یعنی ’’ہم میں سے جو مرد بھی آپ کی طرف جائے گا وہ خواہ مسلمان ہی ہوگا اسے ہماری طرف لوٹا دیا جائے گا۔‘‘

ان واضح اور غیر مشکوک الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ اعتراض کرنا کہ دراصل معاہدہ میں مرد و عورت دونوں مراد تھے صرف بے انصافی ہی نہیں بلکہ انتہائی بددیانتی ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ تاریخ کی بعض روایتوں میں معاہدہ کے الفاظ میں رجل (مرد) کا لفظ مذکور نہیں بلکہ عام الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن میں مرد و عورت دونوں شامل سمجھے جاسکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو بہرحال مضبوط روایت کو مقدم سمجھا جائے گا اور جب صحیح ترین روایت میں رجل (مرد) کا لفظ آتا ہے تو لازماً اسی کو صحیح لفظ قرار دینا ہوگا۔ علاوہ ازیں جو الفاظ تاریخی روایت میں آتے ہیں وہ بھی اگر غور کیا جائے تو اسی تشریح کے حامل ہیں جو ہم نے اوپر بیان کی ہے مثلاً تاریخ کی سب سے زیادہ مشہور اور معروف کتاب سیرۃ ابن ہشام میں یہ الفاظ آتے ہیں:۔ مَنْ اَتٰی مُحَمَّدًا مِنْ قُرَیْشٍ بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّهٖ رَدَّهٗ عَلَیْهِمْ۔ یعنی ’’جو شخص قریش میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اپنے گارڈین کی اجازت کے بغیر پہنچے گا اسے قریش کی طرف واپس لوٹا دیا جائے گا۔‘‘

عربی کے ان الفاظ میں بے شک ’’مرد‘‘ کا لفظ صراحتاً بیان نہیں ہوا مگر عربی زبان کا ابتدائی علم رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ عربی میں بخلاف بعض دوسری زبانوں کے عورت اور مرد کے لیے علیحدہ علیحدہ صیغے اور علیحدہ علیحدہ ضمیریں استعمال ہوتی ہیں اور اوپر کی عبارت میں شروع سے لے کر آخر تک مردوں والے صیغے اور مردوں والی ضمیریں استعمال کی گئی ہیں۔ پس جیسا کہ معاہدوں کی زبانوں کی تشریح کا اصول ہے لازماً اس عبارت میں صرف مرد ہی شامل سمجھے جائیں گے نہ کہ عورت اور مرد دونوں۔ بیشک بعض اوقات عام محاورہ میں مردانہ صیغہ بول کر اس سے مرد و عورت دونوں مراد لے لیے جاتے ہیں مگر ظاہر ہے کہ زیرِ بحث عبارت اس قسم کی عبارت نہیں ہے بلکہ معاہدہ کی عبارت ہے جسے قانون کا درجہ بلکہ اس سے بھی اوپر کا درجہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس کا ایک ایک لفظ سوچ سمجھ کر رکھا جاتا ہے اور الفاظ کا انتخاب دونوں فریقوں کی جرح اور منظوری کے بعد ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی عبارت میں لازماً وہی معنی لیے جائیں گے جو محدود ترین اور مخصوص ترین پہلو رکھتے ہوں۔‘‘

اور جرح کا قصہ اور اس کی تفصیل تو آپ پچھلے خطبہ میں سن ہی چکے ہیں۔ کس تفصیل سے کافروں کے نمائندے نے جرح کی تھی۔ ’’پس اس جہت سے بھی بہرحال یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس معاہدہ میں صرف مرد شامل تھے نہ کہ مرد اور عورت دونوں۔

علاوہ ازیں جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے عورت جو ایک کمزور جنس ہے اور عموماً اپنے خاوند یا مرد رشتہ داروں کے رحم پر ہوتی ہے، اسے واپس لوٹانے کے یہ معنی تھے کہ اسے اسلام لانے کے بعد پھر اپنے ہاتھوں سے کفر اور شرک کی طرف لوٹا دیا جائے جو نہ صرف رحم وشفقت بلکہ عدل وانصاف کے جذبہ سے بھی بعید تھا۔ بیشک ایک مرد کو واپس لوٹانے میں بھی اس کے لیے یہ خطرہ تھا کہ مکہ کے کفار اسے مختلف قسم کے عذابوں اور دکھوں میں مبتلا کریں گے مگر مرد پھر بھی مرد ہے۔ وہ نہ صرف تکلیفوں کا زیادہ مقابلہ کرسکتا ہے بلکہ حسبِ ضرورت اِدھر اُدھر چھپ کر یا بھاگ کر یا جتھہ وغیرہ بنا کر اپنے لیے بچاؤ کے کئی راستے کھول سکتا ہے‘‘ جیسا کہ ابوبصیر نے کیا تھا۔ ’’مگر ایک بے بس عورت کیا کرسکتی ہے؟ اس کے لیے ایسے حالات میں یا تو اسلام سے جبری محرومی کی صورت تھی اور یا موت۔ اندریں حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی رحیم وکریم ہستی سے بالکل بعید تھا کہ بے کس اور بے بس مسلمان عورتوں کو ظالم کفار کے مظالم کی طرف لوٹا دیتے۔ پس جو کچھ کیا گیا وہ نہ صرف معاہدہ کے الفاظ کی رو سے بالکل صحیح اور درست تھا بلکہ عدل وانصاف اور رحم وشفقت کے مسلمہ اصول کے لحاظ سے بھی عین مناسب اور درست تھا اور اعتراض کرنے والوں کے حصہ میں اس قابل افسوس شرم کے سوا کچھ نہیں آیا کہ انہوں نے مظلوم اور بے بس عورتوں کی حفاظت کے انتظام پر بھی زبان طعن دراز کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

دوسرا اعتراض ابوبصیر کے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر غور کرنے سے یہ اعتراض بھی بالکل بودا اور کمزور ثابت ہوتا ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاہدہ فرمایا تھا کہ کفار مکہ میں سے جو شخص یعنی جو مرد مدینہ بھاگ کر آجائے گا تو وہ خواہ مسلمان ہی ہوگا اسے مدینہ میں پناہ نہیں دی جائے گی اور واپس لوٹا دیا جائے گا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپؐ نے اس معاہدہ کے ایفا کا ایسا کامل اور شاندار نمونہ دکھایا کہ دنیا اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ غور کرو اور دیکھو کہ ابوبصیر اسلام کی صداقت کا قائل ہو کر مکہ سے بھاگتا ہے۔ اور کفار کے مظالم سے محفوظ ہونے اور اپنا ایمان بچانے کے لیے چھپتا چھپاتا مدینہ میں پہنچ جاتا ہے مگر اس کے ظالم رشتہ دار بھی اس کے پیچھے پیچھے پہنچتے ہیں اور اسے تلوار کے زور سے اسلام کی صداقت سے منحرف کرنے کے لیے جبراً واپس لے جانا چاہتے ہیں۔ اس پر یہ دونوں فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ابوبصیر بھرائی ہوئی آواز اور سہمے ہوئے انداز میں عرض کرتا ہے کہ یارسول اللہ! مجھے خدا نے اسلام کی نعمت سے نوازا ہے اور مکہ واپس جانے میں جو دکھ اور خطرہ کی زندگی میرے سامنے ہے اسے آپ جانتے ہیں۔ خدا کے لیے مجھے واپس نہ لوٹائیں۔ مگر اس کے مقابل پر ابوبصیر کے رشتہ دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ کا اور ہمارا معاہدہ ہے کہ ہمارا جو آدمی بھی مدینہ آئے گا اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ ابوبصیر کا دکھ اور اپنے صحابہ کی غیرت آپؐ کی آنکھوں کے سامنے ہے‘‘ (صلی اللہ علیہ وسلم) ’’اور خود آپؐ کے اپنے جذبات آپؐ کے دل میں تلاطم برپا کر رہے ہیں۔‘‘ سخت صدمہ تھا آپ کو دل میں ’’مگر یہ امانت ودیانت کا مجسمہ‘‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ’’اپنے عہد پر چٹان کی طرح قائم رہتے ہوئے فرماتا ہے اور کن پیارے الفاظ میں فرماتا ہے: آپؐ فرماتے ہیں:

......’’اے ابوبصیر! تم جانتے ہو کہ ہم ان لوگوں کو اپنا عہد وپیمان دے چکے ہیں اور ہمارے مذہب میں عہد شکنی جائز نہیں ہے۔‘‘

دیکھیں کسی کی جان کا سوال ہے لیکن آپ فرما رہے ہیں کہ ہمارے مذہب میں عہد شکنی جائز نہیں ہے۔ اب ہم جو چھوٹے چھوٹے عہدوں کو توڑ دیتے ہیں ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا ایمانی حالت ہے ہماری۔ پھر آپؐ نے فرمایا

’’پس تم ان لوگوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ پھر اگر تم صبر واستقلال کے ساتھ اسلام پر قائم رہو گے تو خدا تمہارے لیے اور تم جیسے دوسرے بے بس مسلمانوں کے لیے خود کوئی نجات کا رستہ کھول دے گا۔‘‘

اور وہ نجات کا رستہ پھر ہم نے دیکھا کہ کھل گیا۔

’’اس ارشاد نبویؐ پر ابوبصیر مکہ والوں کے ساتھ واپس چلا گیا اور جب وہ مکہ کے رستہ میں اپنے قید کرنے والوں کے ساتھ لڑائی میں غالب ہو کر پھر دوبارہ واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھتے ہی غصہ کے ساتھ فرمایا:۔ وَیْلُ اُمِّهٖ مُسْعِرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهٗ اَحَدٌ۔ یعنی ’’خرابی ہو اس ماں کے لیے۔ یہ شخص تو لڑائی کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ کاش اسے کوئی سنبھالنے والا ہو۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے ✡ پھل اِس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لَد گئے

موجوں سے اُس کی پردے وساوس کے پھٹ گئے ✡ جو کُفر اور فسق کے ٹِیلے تھے کٹ گئے

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

یہ الفاظ سنتے ہی ابوبصیر یہ یقین کر لیتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بہر حال واپس لوٹا دیں گے اور مدینہ سے چپکے چپکے نکل آتا ہے اور ایک دُور کی علیحدہ جگہ میں اپنا ٹھکانا بنا لیتا ہے۔ اب اس سارے واقعہ کو انصاف کی نظر سے دیکھو کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا ذمہ واری عائد ہوتی ہے اور آپ کے خلاف کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ بلکہ حق یہ ہے کہ آپؐ نے اس معاملہ میں اپنے جذبات کو کچلتے ہوئے معاہدہ کو پورا کیا اور نہ صرف ایک دفعہ بلکہ دو دفعہ ابوبصیر کو واپس لوٹایا اور واپس بھی ایسے شان دار الفاظ میں لوٹایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپؐ نے اپنے جذبات کو کچلا۔ اپنے صحابہ کے جذبات کو کچلا اور ابوبصیر کے جذبات کو کچلا اور ہر حال میں معاہدہ کو پورا کیا۔ پھر اگر ابوبصیر خود اہل مکہ سے آزاد ہو کر کسی اَور جگہ چلا گیا تو اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے اور معاہدہ کی وہ کون سی شرط ہے جس کے مطابق آپؐ اس بات کے پابند تھے کہ خواہ مکہ سے بھاگا ہوا شخص کہیں بھی ہو آپ اسے مکہ میں واپس پہنچا دینے کے ذمہ دار ہوں گے۔ افسوس! افسوس!! اسلام کے دشمنوں نے کسی بات میں بھی اسلام سے انصاف نہیں کیا۔

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبصیر کو اس کے قائم کردہ کیمپ میں حکم بھجوا سکتے تھے کہ تم مدینہ واپس چلے آؤ اور یہ کہ چونکہ آپؐ نے ایسا نہیں کیا اس لیے آپؐ نے گویا معاہدہ کے الفاظ کو تو نہیں مگر ان کی روح کو توڑا۔‘‘ یہ بھی ایک بودا سا اعتراض کیا جاتا ہے۔

’’سو یہ اعتراض بھی ایک سراسر جہالت کا اعتراض ہے اور خود معاہدہ کے الفاظ اور ان الفاظ کی روح اسے رد کرتے ہیں۔ معاہدہ کی یہ شرط کہ اگر کوئی مکہ کا رہنے والا مسلمان بھاگ کر مدینہ میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے واپس لوٹا دیں گے صاف طور پر ثابت کرتی ہے کہ اس شرط کی غرض وغایت یہ تھی کہ ایسے شخص کو باوجود اس کے مسلمان ہونے کے مدینہ کی اسلامی سیاست کے دائرہ میں قبول نہیں کیا جائے گا یعنی گو وہ عقیدہ کی رو سے مسلمان ہوگا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی مدنی سیاست میں شریک نہیں کریں گے۔ تو جب ایسا شخص خود معاہدہ کی شرائط کے ماتحت مدینہ کی اسلامی سیاست سے خارج قرار دیا گیا تھا تو اس کے متعلق یہ مطالبہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ وہ جہاں بھی ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے حکم دے کر واپس لوٹا دیں گے۔ پس یہ کتنا بھاری ظلم ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو مدینہ میں رکھتے ہیں تو آپؐ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ کا معاہدہ تھا کہ مسلمان ہونے کے باوجود آپؐ اسے اپنی سیاست میں شامل نہیں کریں گے اور اگر آپ اسے اپنی مدنی سیاست سے خارج کر کے اہل مکہ کے سپرد کرتے اور مدینہ سے نکالتے ہیں تو پھر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپؐ اسے اپنی سیاست میں شامل کر کے حکم کیوں نہیں بھجواتے۔ پس سیاسی لحاظ سے یہ ایک ایسا بودا اور ایسا کمزور اور ایسا لایعنی اعتراض ہے کہ کوئی سمجھ دار شخص اس کی طرف توجہ نہیں کرسکتا۔ اور حق یہ ہے کہ یہ نامعقول شرط جو کفار کی طرف سے معاہدہ میں شامل کی گئی تھی کہ کسی مسلمان مہاجر کو مدینہ میں پناہ نہ دی جائے خدا نے اسی کو ان کے لیے عذاب بنا کر بتا دیا کہ ہمارے رسولؐ نے تو بہر حال معاہدہ کی پابندی کی مگر تم نے اپنے رستہ میں خود کانٹے بوئے اور خود اپنے ہی بنائے ہوئے ہتھیار سے اپنے ہاتھ کاٹے۔

جب تم نے خود کہا کہ مکہ کا جو نوجوان بھی مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نہیں رکھیں گے اور یہ کہ وہ مدینہ کی سیاست سے خارج سمجھا جائے گا تو پھر اسی منہ سے تم یہ مطالبہ کس طرح کرسکتے ہو کہ یہ مدنی سیاست سے خارج لوگ جہاں جہاں بھی ہوں انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے کر اور ان پر اپنی سیاست قائم کر کے مکہ پہنچائیں؟‘‘ بالکل جاہلانہ بات ہے۔ ’’تم نے خود یہ شرط پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کی روحوں پر اور ان کے امور اخروی پر تو بیشک حکومت کریں مگر ان کی سیاست اور دنیوی امور پر حاکم نہ بنیں۔‘‘ سیاسی لحاظ سے، حکومتی لحاظ سے، قانونی لحاظ سے آپ کا ان پر حق نہیں ہوگا۔ ہاں بیشک وہ مسلمان ہیں روحانی طور پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت میں شامل ہوئے، مسلمان ہوئے، مومن کہلائیں گے۔ لیکن خود انہوں نے شرط رکھی تھی کہ سیاسی لحاظ سے تمہارے نہیں ہوں گے جو آپ نے مان لیا کہ ٹھیک ہے نہیں ہوں گے۔ ’’اور جب تم نے خود انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست سے نکال دیا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیسا؟ بہر حال یہ قریش مکہ کا اپنا مکر تھا جو خود انہی پر لوٹ کر گرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن بہر صورت پاک تھا اور پاک رہا۔ آپؐ نے معاہدہ کے الفاظ کو بھی پورا کیا اور ابوبصیر کو مکہ والوں کے سپرد کرتے ہوئے مدینہ سے رخصت کر دیا اور پھر آپؐ نے معاہدہ کی روح کو بھی پورا کیا کہ جیسا کہ اس شرط کا اصل منشاء تھا۔ آپ نے ابوبصیر اور اس کے ساتھیوں کو اپنی سیاست کے دائرہ سے خارج رکھا۔ پس آپ ہر جہت سے سچے رہے اور کفار مکہ اپنے ہی پھیلائے ہوئے جال کا خود شکار ہو کر رہ گئے اور بالآخر خود ذلیل ہو کر آپؐ کے پاس آئے کہ ہم اس شرط کو معاہدہ سے خارج کرتے ہیں۔

اور یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ کہہ کر کہ وَیۡلُ اُمِّہٖ مُسۡعِرُ حَرۡبٍ لَوۡ کَانَ لَہٗ اَحَدٌ۔ (یعنی اس کی ماں کے لیے خرابی ہو۔ یہ شخص تو جنگ کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ کاش کوئی اسے سنبھالنے والا ہو) ابوبصیر کو یہ اشارہ کیا تھا۔‘‘ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ ان الفاظ میں ابوبصیر کو یہ اشارہ کیا تھا ’’کہ تم الگ پارٹی بنا کر قریش سے جنگ شروع کر دو۔ کتنا ظلم اور کتنی گندی ذہنیت ہے اور حالات پیش آمدہ سے کتنی جہالت ہے! یہ الفاظ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور ناواجب جنگ سے آپؐ کی بیزاری کا بین ثبوت ہیں۔‘‘ آپ نے کہا۔ کیا یہ جنگ بھڑکانا چاہتا ہے؟ نہ یہ کہ اشارہ ہے کہ تم جنگ بھڑکاؤ۔ ’’اور اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ آپؐ ابوبصیر کے اس فعل سے بریت اور بیزاری کا اظہار فرما رہے ہیں نہ یہ کہ اسے کوئی مخفی اشارہ دے کر جنگ پر ابھارنا چاہتے ہیں۔

اور اگر کوئی شخص یہ خیال کرے جیسا کہ سر ولیم میور نے خیال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری الفاظ لَوۡ کَانَ لَہٗ اَحَدٌ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ’’اگر اسے کوئی ساتھی مل جائے۔‘‘ اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپؐ کا یہی منشاء تھا کہ اگر ابوبصیر کو کوئی ساتھی مل جائے تو وہ جنگ کی آگ بھڑکا سکتا ہے اور اس طرح اس کلام میں گویا جنگ کی انگیخت کا اشارہ پایا جاتا ہے۔

تو اس کا یہ جواب ہے کہ اول تو جو معنی ہم نے کئے ہیں وہ عربی محاورہ کے عین مطابق ہیں۔‘‘ جو ہم نے تاریخ سے بیان کئے ہیں۔ ’’جس کی مثالیں حدیث میں بھی کثرت سے ملتی ہیں۔ علاوہ ازیں اگر بالفرض دوسرے معنی جائز بھی ہوں‘‘ کئے بھی جائیں جس طرح ولیم میور کرنا چاہتے ہیں ’’تو پھر بھی عبارت کے سیاق وسباق کے ماتحت اس فقرہ کا مطلب اس کے سوا کوئی اور نہیں لیا جاسکتا کہ اگر ابوبصیر کو اس کا کوئی ہم خیال ساتھی مل جائے تو یہ جنگ کی آگ بھڑکا دے مگر شکر ہے کہ اسے مدینہ میں کوئی ایسا ساتھی میسر نہیں۔‘‘ پس اس سے یہ بھی تو نکلتا ہے ناں کہ اگر مل جائے تو ٹھیک ہے مگر ہمارے پاس تو کوئی ایسا ساتھی نہیں ہے کہ اس کی مدد کرے۔

’’پس خواہ کوئی معنی لیے جائیں اس عبارت کا سیاق وسباق اور اس کے ابتدائی ٹکڑے اس بات کا کافی وشافی ثبوت ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء ابوبصیر کو ملامت کرنا تھا نہ کہ جنگ کے لیے ابھارنا۔

کیا اپنے کلام کو اس غصہ اور ملامت کے الفاظ سے شروع کرنے والا شخص کہ ’’فلاں شخص کی ماں کے لیے خرابی ہو وہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے۔‘‘ اس کے معاً بعد اس قسم کے الفاظ منہ پر لا سکتا ہے کہ ’’ہاں ہاں جنگ کی آگ بھڑکاؤ؟‘‘ آخر اعتراض کرنے کے شوق میں عقل کو تو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے!‘‘ لیکن بظاہر یہ جو اوریئنٹلسٹ (orientalist) ہیں، مستشرقین ہیں، اپنے آپ کو پڑھے لکھے کہتے ہیں لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا سوال آتا ہے، اسلام کی تاریخ کا سوال آتا ہے تو یہاں بالکل عقل سے عاری باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ ’’پھر سب سے بڑی بات یہ دیکھنے والی ہے کہ خود ابوبصیر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ نے کیا اثر کیا اور اس نے آپؐ کا کیا مطلب سمجھا۔ سو اس کے متعلق اسی روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ:۔ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّہٗ سَیَرُدُّہٗ اِلَیۡھِمۡ۔ یعنی ’’جب ابوبصیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سنے تو اس نے سمجھ لیا کہ آپ بہر حال اسے مکہ والوں کی طرف واپس لوٹا دیں گے۔‘‘ جس پر وہ چپکے سے بھاگ کر دوسری طرف نکل گیا۔

افسوس! صد افسوس!! کہ جس شخص کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے گئے وہ خود تو ان کا یہ مطلب سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس فعل کو ناپسند کیا ہے اور آپؐ بہر حال اسے مکہ کی طرف واپس لوٹا دیں گے مگر ہمارے تیرہ سو سال بعد آنے والے مہربان یہ کہہ رہے ہیں کہ دراصل آپؐ نے ابوبصیر کو الگ پارٹی بنا کر جنگ کرنے کی انگیخت کی تھی۔ تعصب کا ستیاناس ہو۔ بے انصافی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے۔‘‘

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 778 تا 785)

انصاف کے دعویداروں کے ہمیشہ سے یہی دوہرے معیار ہیں جس نے دنیا میں فساد پیدا کیا ہوا ہے اور آج بھی یہی فساد چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آج بھی دنیا کو اور خاص طور پر مسلمانوں کو خود بھی عقل دے اور ان دجالی فتنوں سے بھی بچائے رکھے۔ (الفضل انٹرنیشنل 27/ دسمبر ۲۰۲۴ء، صفحہ ۲ تا ۶)

☆......☆......☆ ☆......☆......☆

RAICHURI GROUP OF COMPANIES
Raichuri Builders & Developers LLP
G M Builders & Developers
Raichuri Constructions

Our Corporate office
B Wing, Office no 007
Itkar Soc, Suresh Nagar, RTO, Andheri
West, Mumbai - 400053
Tel : 02226300634 / 9987652552
Email id :
raichuri.build.develop@gmail.com
gm.build.develop@gmail.com

RAICHURI GROUP
BUILDERS & DEVELOPERS

طالب دعا
Abdul Rehman Raichuri
(Aka - Maqbool Ahmed)

خطاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض پانے والی قرونِ اولیٰ کی خواتین کے اسوہ کا پُرمعارف بیان

امیر المومنین سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ جرمنی 2023ء کے موقعہ پر مستورات کے اجلاس سے بصیرت افروز خطاب

(خطاب سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 02 ستمبر 2023ء بروز ہفتہ بمقام جلسہ گاہ (Messe Stuttgart)، جرمنی)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

برطانیہ کے جلسہ سالانہ میں خواتین کے جلسے میں مَیں نے قرونِ اولیٰ کی خواتین کے واقعات بیان کیے تھے۔ آج بھی اسی تسلسل میں یہاں بھی کچھ واقعات بیان کروں گا۔

یہ وہ خواتین تھیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض پایا اور زندگی کے ہر شعبے میں اسلام کی تعلیم کی حقیقی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی۔ چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے یا عبادتوں کے معیار ہیں یا بنیادی گھریلو معاشرتی ذمہ داریاں ہیں، بچوں کی تربیت ہے جان مال کی قربانی کے پہلو ہیں، اسلام کی خاطر جرأت و بہادری دکھانے کے مواقع ہیں۔ غرض کہ ہر موقع اور ہر پہلو پر ان خواتین نے ہمارے لیے ایک اسوہ قائم کیا ہے۔ نہ صرف عورتوں کے لیے بلکہ مردوں کے لیے بھی۔ پس یہ واقعات یقیناً ہمارے ایمان اور یقین میں اضافے کا باعث ہونے چاہئیں۔ انہیں غور سے سنیں اور اپنی زندگیوں کے لیے مثال بنانے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کے کیا معیار تھے۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اِنَّھَا صَوَّامَۃٌ قَوَّامَۃٌ۔ یعنی وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور بہت زیادہ قیام یعنی رات کی عبادت کرنے والی تھیں۔

(مجمع الزوائد للھیثمی جلد 9 صفحہ 288 کتاب المناقب باب فضل حفصۃ بنت عمر بن الخطاب حدیث نمبر 15332۔ دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

یہ ان کے نمونے تھے۔ عبادت کے معیار حاصل کرنے کے لیے یہ کوشش کرتی تھیں کہ وہ مردوں سے پیچھے نہ رہیں۔ مرد کو بھی اگر کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اور عورت کے علم میں آتا تو یہ کہتی کہ میں کیوں پیچھے رہوں۔ چنانچہ ایک واقعے کا ذکر ہے۔

حضرت ابوامامہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے کسی عمل کا حکم دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنے اوپر روزہ لازم کر لو کہ اس جیسا کوئی عمل نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس نصیحت کے بعد حضرت ابوامامہؓ کو ہی نہیں بلکہ ان کی زوجہ اور خادمہ کو بھی ہمیشہ روزے کی حالت میں دیکھا گیا۔ اگر کبھی دن کے اوقات میں ان کے گھر سے دھواں اٹھتا تو سب جان جاتے کہ آج ان کے گھر کوئی مہمان آیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7۔ صفحہ 403-404۔ حدیث 22548۔ عالم الکتب بیروت 1998ء)

صحابہؓ اس حد تک عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوگا کہ ہر وقت روزے میں رہو لیکن عشق تھا اس لیے ہر بات پر عمل کرنا تھا۔ الفاظ پہ عمل کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب تو یہ ہوگا کہ زیادہ تر توجہ روزے پہ رہنی چاہیے اور جتنے زیادہ روزے رکھ سکتے ہو رکھو۔ کیونکہ یہ روحانی پاکیزگی کا ایک ذریعہ ہے۔ پس اگر نقلیں کرنے والی چیزیں ہیں تو یہ نیکیاں ہیں جو نقل کرنی چاہئیں نہ یہ کہ دنیاوی باتوں پہ نقل کی جائے۔

پھر عبادت کے معیار حاصل کرنے کے لیے صحابیاتؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر کس طرح عمل کرتی تھیں اس بارے میں ایک روایت ہے۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ایک دن اور رات میں بارہ رکعت پڑھیں اس کے لیے ان کے عوض جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے کہا کہ جب سے مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سنا ہے میں نے ان کو نہیں چھوڑا۔ (صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا باب فضل السنن الراتبۃ قبل الفرائض حدیث 1694) یعنی کوئی فرض کی بات نہیں بلکہ نفل کی طرف آپؐ نے توجہ دلائی کہ جس نے اس طرح نفل پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کرنے کے ایک واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن گھر سے نکلے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ ان سے پہلے اور بعد میں آپؐ نے کوئی نوافل ادا نہیں کیے تھے۔ ایک یہ مسئلہ بھی یہاں حل کر دیا کہ عید کے دن عید کی نماز سے پہلے کوئی نفل نہیں پڑھا جاتا۔

پھر آپؐ عورتوں کی طرف گئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔ پھر آپؐ نے عورتوں کو نصائح فرمائیں اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عورتوں نے اپنی بالیاں اور کنگن اتار اتار کر دینے شروع کیے۔ (صحیح البخاری کتاب الزکاۃ باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیھا حدیث 1431) اپنے زیور اتار دیے۔

مالی قربانی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج احمدی مسلمان خواتین بھی اپنی مثالیں قائم کرنے والی ہیں اور یہی مثالیں ہیں جو ان کے گھروں کو بابرکت کریں گی اور کرتی ہیں اور ان کے اموال ونفوس میں برکت پڑتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو فضائل سے آراستہ ہونے کی نصیحت فرماتے تھے اور ان کاموں سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے جو کسی کام نہ آئیں۔

فضول کام کا کوئی فائدہ نہیں۔ لوگ لکھتے ہیں کہ فلاں کر لوں فلاں کر لوں میوزک میں سپیشلائز کر لوں، یا فلاں چیز کر لوں لڑکیاں بعض لکھتی ہیں۔ اس کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی چیز کرنی چاہیے جو کام آنے والی ہو۔

حضرت ام سنانؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ کی اسلام پر بیعت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک میرے ہاتھ پر پڑی تو فرمایا تم میں سے کسی عورت پر کوئی حرج نہیں اگر وہ اپنے ناخنوں پر بناؤ سنگھار کے لیے تبدیلی کرے اور اپنی کلائی میں ریشم یا چمڑے کی کوئی ڈوری باندھ لے اگر اسے کوئی چیز پہننے کے لیے نہ ملے۔ تو حضرت ام سنانؓ نے اس ارشاد کی تعمیل کی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 227، ام سنان الاسلمیۃؓ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

یہاں جہاں یہ فرمایا وہاں عورتوں کو یہ بھی اجازت دے دی کہ وہ سنگھار کر سکتی ہیں، زیور پہن سکتی ہیں۔ بعض لڑکیاں عورتیں بہت سے سوال کرتی ہیں کہ ہمیں غیروں نے کہا کہ ناخنوں پر نیل پالش لگانا منع ہے۔ نیل پالش بھی لگائی جا سکتی ہے اس سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے اور یہ کوئی منع چیز نہیں کوئی بُری چیز نہیں ہے۔

نیکیوں کے حصول کی بھی صحابیاتؓ کوشش کرتی رہتی تھیں کہ اگر کسی کی والدہ نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور زندگی نے اس کی ماں کا ساتھ نہیں دیا تو کوشش کر کے وہ نیکی فوت شدہ کی طرف سے کی جائے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا میری ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی مگر اس نے حج نہیں کیا اور فوت ہو گئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔ بتاؤ تو سہی اگر تمہاری ماں پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرنے والی ہوتی۔ اللہ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے ساتھ وفا کی جائے۔ (صحیح البخاری کتاب العمرۃ باب الحج والنذور عن المیت...... حدیث نمبر 1852) پس سب سے زیادہ وفا خدا تعالیٰ سے کرنی چاہیے۔

اسلام میں ابتدا میں ہی جن کو شہادت کا مقام حاصل ہوا تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک خاتون بھی ان میں شامل تھیں چنانچہ اس کی تفصیل میں لکھا ہے۔ حضرت سمیہ بنت مسلمؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کو کفار نے طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ سب سے سخت اذیت یہ تھی کہ ان کو مکہ کی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے لیکن بایں ہمہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہتی تھیں۔ ایک دن کفار نے حسبِ معمول ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹا دیا تھا۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو فرمایا صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت میں ہے لیکن کفار کی اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی اور ابوجہل نے ان کی ران میں برچھا مار کر ان کو شہید کر دیا چنانچہ اسلام کی تاریخ میں بعض جگہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے شرف شہادت انہی کو نصیب ہوا۔

(بحوالہ سیر الصحابہ جلد ششم، اسوہ صحابیات (حصہ یازدہم) صفحہ 166، دار الاشاعت کراچی طبع 2004ء)

بچوں کو بھی ایک حوصلے سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے والی خواتین کا نمونہ بے مثال ہے۔ اس بارے میں تاریخ میں ایک واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا جب حجاج سے معرکہ ہوا تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار تھیں وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ مرنے میں آرام ہے۔ جب ماں کی ایسی حالت دیکھی تو انہوں نے تسلی دی۔ تو انہوں نے آگے سے کہا کہ شاید تم کو میرے مرنے کی آرزو ہے لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہو جائے میں مرنا پسند نہ کروں گی۔ دو باتیں کیا ہیں۔ یا تو تم شہید ہو جاؤ اور میں صبر کر لوں یا فتح وظفر حاصل کرو کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجود پیرانہ سالی کے یہ عبرتناک منظر دیکھنے کے لیے آئیں اور بجائے اس کے کہ روتی پیٹتیں حجاج کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اس سوار کے لیے ابھی تک وہ وقت

نہیں آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے۔(سیر الصحابہ جلد ششم، اسوہ صحابیات (حصہ یازدہم) صفحہ 187-188، دارالاشاعت کراچی طبع 2004ء) یعنی بڑی جرأت سے اس کی تعریف کی۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی خاطر ظلم سہنے کا ایک واقعہ یوں ملتا ہے۔ابن اسحٰق یوں کہتے ہیں کہ مجھے اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت پہنچی کہ انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغرض ہجرت روانہ ہو گئے تو میرے پاس قریش کی ایک ٹولی آئی جس میں ابو جہل بھی تھا اور آ کر ابوبکرؓ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ مَیں ان کی طرف چلی تو انہوں نے کہا۔ اے ابوبکر کی بیٹی! تیرا باپ کہاں ہے۔ مَیں نے کہا: واللہ! میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے۔تو ابو جہل نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور اس نے میرے رخسار پر ایسے زور سے طمانچہ مارا کہ جس سے میری بالی گر گئی۔(بحوالہ مظلوم صحابیات از حافظ محمد شہباز حسن، صفحہ 65-66، مکتبہ افکار اسلامی 2014ء) بڑا زوردار تھا کان بھی زخمی ہو گیا۔

ایک خاتون کو اس کے بیٹے اور خاوند سے علیحدہ کرنے کے ظلم کے واقعہ کا تاریخ میں یوں ذکر ملتا ہے۔حضرت ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ نے ہجرت مدینہ کی تیاری کی تو اپنے لیے ایک اونٹ کا بندوبست کیا اور مجھے اور میرے بیٹے سلمہ کو اس پر سوار کر کے مہار پکڑ لی اور مدینے کو نکل کھڑے ہوئے۔ جب اسے میرے قبیلے کے لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے یہ کہہ کر اسے روکا کہ یہ تیری خواہش ہے جس نے تجھے ہجرت پر مجبور کیا ہے۔ رہا معاملہ تیری زوجہ کا تو وہ کیوں گھر کو چھوڑے اور کیوں تُو اسے شہروں میں لیے پھرے۔ اس پر عورت کے رشتہ داروں نے اونٹ کی مہار اس کے ہاتھ سے چھین لی اور کہتی ہیں کہ مجھے پکڑ لیا اور اس صورتحال سے بنوعبدالاسد بپھر گئے اور سلمہ کا رخ کیا اور کہنے لگے کہ ہم اپنے بیٹے کو اس کی ماں کے پاس نہیں رہنے دیں گے جبکہ تم نے اس کی بیوی کو شوہر سے چھین لیا ہے۔ چنانچہ ابوسلمہؓ کے اہل قبیلہ نے میرے بیٹے سلمہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ بیوی کو، عورت کو اس کے میکے والے لے گئے اور اس عورت کے پاس جو بچہ تھا اس کو اس کا ددھیال لے گیا۔ کہتی ہیں مجھے میرے قبیلے والوں نے قابو کر لیا اور میرا شوہر ابوسلمہ مجھے چھوڑ کر مدینے چلا گیا اور اس طرح ہم تینوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ کہتی ہیں میری یہ حالت تھی کہ میں روزانہ صبح اٹھ کر ابطح کے مقام پر آ جاتی اور شام تک وہاں بیٹھی روتی رہتی۔ کم وبیش ایک سال اسی حال میں گزر گیا تا آنکہ ایک دن ایک شخص جس کا تعلق بنی مغیرہ سے تھا وہاں سے گزرا اور اسے میری حالت پر رحم آ گیا۔ اس نے میرے قبیلے سے کہا۔ کیا تم اس بے بس عورت کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہو۔ تم نے اسے خاوند اور بیٹے ہر دو سے جدا کر دیا چنانچہ میرے اہل قبیلہ نے اجازت دے دی اور کہا کہ اگر تم چاہتی ہو تو اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہو۔ اسی دوران میں بنوعبدالاسد نے میرا بیٹا بھی مجھے لوٹا دیا۔ میں نے اونٹ کا بندوبست کیا، بیٹے کو گود میں لیا اور اپنے شوہر کے تعاقب میں چل دی۔ میں بالکل اکیلی تھی اور کوئی رفیقِ سفر نہ تھا۔ میں نے دل میں کہا اللہ کرے کہ مجھے کوئی رفیقِ سفر مل جائے تا آنکہ میں اپنے شوہر تک پہنچ جاؤں۔ جب میں تنعیم میں پہنچی تو اتفاق سے میری ملاقات عثمان بن طلحہ بن ابوطلحہ سے ہو گئی جو بنوعبدالدار کا بھائی تھا۔ انہوں نے کہا ابوامیہ کی بیٹی کہاں جا رہی ہو؟ میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینے جا رہی ہوں۔ پوچھا کیا تمہارا کوئی رفیقِ سفر ہے، مرد ہے کوئی تمہارے ساتھ؟ میں نے کہا سوائے اللہ اور اس بچے کے اَور کوئی بھی نہیں۔ اس نے کہا پھر تمہاری کوئی منزل نہیں۔ اس نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور مجھے لے کر روانہ ہو پڑا۔ اللہ کی قسم! مَیں نے عرب بھر میں ایسا شریف النفس کوئی انسان نہیں دیکھا۔ خاموشی سے اونٹ کی مہار پکڑ کے سفر میں چلنے لگ گیا۔ جب منزل پر پہنچتا تو اونٹ کو بٹھاتا اور خود ایک طرف ہو کر درخت کے نیچے جا کر لیٹ جاتا۔ پھر جب کوچ کا وقت آتا تو اونٹ کے پاس آ کر کجاوہ رکھتا اور ہٹ کر ایک طرف کو کھڑا ہو جاتا اور مجھے کہتا کہ سوار ہو جاؤ۔ جب میں سوار ہو چکتی اور اونٹ پر جم کر بیٹھ جاتی تو عثمان بن طلحہ آتا اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑتا اور جب منزل آتی پھر ٹھہر جاتا۔ وہ اسی طریقے سے چلتا آیا یہاں تک کہ ہم مدینے پہنچ گئے۔ جب اس نے عمرو بن عوف کی بستی قبا دیکھی تو کہنے لگا کہ تیرا خاوند یہیں ٹھہرا ہو گا اور فی الواقعہ ابوسلمہؓ وہیں ٹھہرے ہوئے تھے چنانچہ اللہ کا نام لے کر میں اس بستی میں اتر پڑی اور عثمان بن طلحہ وہاں سے مکے لوٹ گیا۔ وہ اکثر کہا کرتا کہ میں نے کوئی ایسا خاندان نہیں دیکھا جسے قبول اسلام کے بعد اتنی تکالیف پیش آئی ہوں جتنی کہ ابوسلمہ کے خاندان کو پیش آئیں۔

(بحوالہ مظلوم صحابیات از حافظ محمد شہباز حسن، صفحہ 152-154، مکتبہ افکار اسلامی 2014ء)

آپ میں سے بہت ساری عورتیں دین کی خاطر یہاں آئی ہیں۔ کیا آپ کو کبھی ایسی مشکلات پیش آئی ہیں۔ یہ سفر انہوں نے دین کی خاطر کیا تھا اور آپ نے بھی یہاں آنے کا سفر دین کی خاطر کیا ہے۔ باوجود عہد دہرانے کے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا اس عہد کی ہم پابندی کر رہی ہیں۔

اسی طرح مرد کا نمونہ بھی ہے۔ اس نے اپنی شرافت کا بڑا اعلیٰ معیار قائم کیا حالانکہ مسلمان نہیں تھا اور اسی طرح ہر مرد کو عورت کی عزت اور تقدس کا خیال رکھنا چاہیے۔

خاوند کی قربانی پر صبر دکھانے کے ایک واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے۔ام اسحاق غنویہ بیان کرتی ہیں کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئیں۔ ابھی تھوڑا سا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ ان کے بھائی نے کہا کہ وہ اپنا زادِ راہ مکہ میں ہی بھول آیا ہے۔ بہن سے کہا کہ وہ یہاں بیٹھ کر انتظار کریں تا کہ وہ اپنا زادِ سفر لے آئے۔ بہن نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ میرا فاسق خاوند تجھے آنے نہیں دے گا۔ بھائی نے تسلی دی اور زاد سفر لینے چلا گیا۔ کہتی ہیں مجھے وہاں بیٹھے کئی دن گزر گئے لیکن بھائی نہیں آیا۔ اتفاقاً ایک دن وہاں سے ایک آدمی جسے میں جانتی تھی گزرا اس نے وہاں بیٹھنے کی وجہ پوچھی اور مَیں نے بتائی تو اس نے مجھے بتایا کہ تیرے بھائی کو تیرے خاوند نے قتل کر دیا ہے۔ام اسحاق غنویہ فرماتی ہیں کہ میں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھتی ہوئی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔(بحوالہ مظلوم صحابیات از حافظ محمد شہباز حسن، صفحہ 160-161، مکتبہ افکار اسلامی 2014ء) اور آگے سفر شروع کر دیا۔

بھائی کی لاش پر جس نے اسلام کی خاطر قربانی کی تھی صبر دکھانے کے ایک واقعہ کا یوں ذکر ملتا ہے: حضرت صفیہؓ نے حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہجرت کی۔ غزوۂ احد میں جب مسلمانوں نے شکست کھائی تو وہ مدینہ سے نکلیں۔ صحابہ سے عتاب آمیز لہجہ میں کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چل دیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو حضرت زبیرؓ کو بلا کر ارشاد کیا کہ حمزہ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ کافروں نے ان کی لاش کا بہت بُرا حال کیا ہوا ہے۔ بہت زیادہ صدمہ ہو گا۔ حضرت زبیرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا تو انہوں نے کہا کہ مَیں اپنے بھائی کا سارا ماجرا سن چکی ہوں۔ کافروں نے جو کچھ کیا ہے سب کچھ مجھے پتہ ہے لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لاش دیکھنے کی اجازت دے دی۔ لاش پر گئیں۔ خون کا جوش تھا اور عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہوئے تھے لیکن اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن کہہ کر چپ ہو گئیں اور مغفرت کی دعا مانگی۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد 8 صفحہ 214-215 دار الکتب العلمیة بیروت 1995ء)(الطبقات الکبری لابن سعد جلد 8 صفحہ 34 صفیة بنت عبدالمطلب۔ دارالکتب العلمیة بیروت 1990ء)

ایک نوجوان لڑکی کی ایمانداری اور اللہ تعالیٰ کے خوف کا ایک اعلیٰ معیار تھا اس بارے میں ایک واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے۔ حضرت اسلمؓ سے مروی ہے جو حضرت فاروقؓ کے آزاد کردہ تھے کہ بعض راتوں میں سے ایک رات مَیں امیر المومنین کے ساتھ مدینہ کے اطراف میں پھر رہا تھا۔ آپؓ نے ایک گھڑی کے لیے استراحت کی غرض سے ایک دیوار کی جانب سہارا لیا۔ آپؓ نے سنا کہ ایک بڑھیا اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ اٹھ دودھ میں پانی ملا دے۔ لڑکی نے کہا آپ جانتی نہیں کہ امیر المومنین کے منادی نے یہ اعلان کیا ہے کہ زیادہ کرنے کے لیے دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں نے کہا کہ نہ اس وقت امیر المومنین موجود ہیں اور نہ اس کا منادی۔ بندوں میں سے کوئی دیکھ نہیں رہا۔ لڑکی نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ بات تو ہمارے لیے مناسب نہیں ہے۔ سامنے تو ہم ان کی اطاعت کریں اور خلوت میں نافرمانی کریں۔ یہ تھے لڑکیوں کے معیار کہ صرف سامنے اطاعت نہیں کرنی۔ اگر حکم ہے اگر دین کو قبول کیا ہے تو پھر خلیفہ وقت کی باتوں کی ہمیشہ اطاعت کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اے اسلم! اس مکان پر نشان لگا دو۔ آپؓ دیوار کے کنارے بیٹھے سن رہے تھے۔ دوسرے دن آپؓ نے کسی کو بھیجا اور اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم سے کر دیا کہ ایسی نیک لڑکی جو ایمانداری کا اتنا خیال رکھتی ہے کہ خدا دیکھ رہا ہے ہمیں، اس لیے ہم نے کوئی برائی نہیں کرنی۔ اور پھر ان کی اولاد بھی ہوئی اور یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اسی لڑکی کی اولاد میں سے تھے۔

(ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء (مترجم) از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جلد 3 صفحہ 281-282 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اپنی زینت چھپانے اور پردے کا حکم دیا ہے اپنی نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ابھی تلاوت میں بھی آپ نے سنا ہے۔ اسی طرح اپنا حسن چھپانے کے لیے غیر مردوں کے سامنے نہ آنے کی ہدایت بھی دی ہے۔ یہ تفصیل سورہ نور کی آیت بتیس میں ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ عورت کو قید کر کے ہر نعمت سے محروم کر دیا جائے۔ جس طرح آجکل کے طالبان میں یہ مثال ہمیں نظر آتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ نے جو کی ہے لکھا ہے کہ ''اسلام ہرگز یہ حکم نہیں دیتا کہ عورتیں گھروں میں بند ہو کر بیٹھ جائیں اور نہ ابتدائے اسلام میں مسلمان عورتیں ایسا کرتی تھیں بلکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سننے آتی تھیں۔ جنگوں میں شامل ہوتی تھیں زخمیوں کی مرہم پٹیاں کرتی تھیں سواری کرتی تھیں مردوں سے علوم سیکھتی اور سکھاتی تھیں۔'' مردوں سے علم سیکھتی بھی تھیں اور ان کو سکھاتی بھی تھیں۔ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تو یہاں تک ثابت ہے کہ آپؓ مردوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنایا کرتی تھیں بلکہ خود لڑائی کی بھی ایک دفعہ آپؓ نے کمان کی۔ غرض ان کو پوری عملی آزادی حاصل تھی صرف اس امر کا ان کو حکم تھا کہ اپنا سر گردن اور منہ کے وہ حصے جو سر اور گردن کے ساتھ وابستہ ہیں ان کو ڈھانپے رکھیں تا کہ وہ راستے جو گناہ پیدا کرتے ہیں بند رہیں اور اگر اس سے زیادہ احتیاط کر سکیں تو نقاب اوڑھ لیں لیکن یہ کہ گھروں میں بند رہیں اور تمام علمی اور تربیتی کاموں سے الگ رہیں یہ نہ اسلام کی تعلیم ہے اور نہ اس پر پہلے کبھی عمل ہوا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد
حضرت
امیر المومنین
خلیفة المسیح الخامس

''قوم بننے کیلئے یگانگت
اور فرمانبرداری انتہائی ضروری ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 05/دسمبر 2014ء)

طالب دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

کا یہ طریق تھا کہ آپؐ امن کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ سے ہمیشہ دوستانہ مقابلے کروایا کرتے تھے جن میں تیر اندازی اور دوسرے فنون حرب اور قوت و طاقت کے مظاہرے ہوتے تھے۔ ایک دفعہ اسی قسم کے کھیل آپؐ نے مسجد میں بھی کرائے اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر دیکھنا چاہو تو میرے پیچھے کھڑے ہو کر کندھوں کے اوپر سے دیکھ لو۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے پیچھے کھڑی ہو گئیں اور انہوں نے تمام جنگی کرتب دیکھے۔ (بخاری کتاب العیدین) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام عورت کو فنونِ حرب سے واقف رکھنا بھی ضروری قرار دیتا ہے۔'' جنگی حربے استعمال کرنا سکھانا یہ بھی عورت کے لیے جائز ہے ''تاکہ وقت پر وہ اپنی اور اپنے ملک کی حفاظت کر سکے۔ اگر اس کا دل تلوار کی چمک سے کانپ جاتا ہے یا بندوق اور توپ کی آواز سن کر اس کا خون خشک ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بچوں کو خوشی سے میدان جنگ میں جانے کی اجازت نہیں دے سکتی اور نہ دلیری سے خود ملک کے دفاع میں حصہ لے سکتی ہے۔ ہندوستان میں مغلیہ حکومت کی تباہی صرف عورت کی بزدلی اور مرد کی بے جا محبت کی وجہ سے ہوئی۔'' (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 303۔ ایڈیشن 2004ء)

یہاں اس ضمن میں یہ بھی وضاحت کر دوں۔ کچھ عرصہ ہوا مَیں نے کہا تھا کہ برقع پہننا اور نقاب لینا تو اسلام کا حکم نہیں ہے لیکن اسلام کا حکم چادر لینا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف سر پہ ذرا ہلکا سا سکارف لے لیا اور عام کپڑے پہن کے باہر نکل گئے۔ نہیں! بلکہ حکم یہ ہے کہ کپڑوں کے اوپر تم نے چادر اوڑھنی ہے جس سے سر بھی ڈھانکا ہو اور چہرے کا بھی کچھ حصہ ڈھانکا ہو اور سینہ بھی ڈھانکا ہو۔

یہ حکم ہے اور اس کے ساتھ پھر آزادی ہے کہ ٹھیک ہے تم باہر نکل کے سارے کام کرو۔ یہ نہیں کہ پردہ چھوڑ دو اور کہہ دو کہ مَیں نے کہہ دیا تھا کہ جی برقع لینا ضروری نہیں ہے اس لیے ہلکا سا سکارف سر پہ لیا اور جائز ہو گیا۔ اس بات کی بھی وضاحت ہونی چاہیے۔

ساس بہو کی مثالیں بہت دی جاتی ہیں۔ عموماً ساس بہو کے تعلقات مکمل طور پر پیار اور محبت کے نہ ہونے کی باتیں سامنے آتی ہیں تاہم ایسی مثالیں بھی ہیں اور آج بھی ایسی مثالیں ہمارے سامنے آتی ہیں جو آپس کے بڑے اچھے تعلقات ہیں لیکن اس کی اعلیٰ ترین مثال ہمیں تاریخ اسلام میں حضرت فاطمہؓ کی ملتی ہے۔

حضرت فاطمہ بنت اسدؓ جو حضرت علیؓ کی والدہ تھیں۔ حضرت علیؓ کی والدہ کا نام بھی فاطمہ تھا اور حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ساس تھیں۔ حضرت فاطمہؓ اپنی ساس کو حقیقی ماں تصور کرتی تھیں اور ان کی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ جب گھریلو امور سے فراغت پاتیں تو ان کی ضروریات کی تکمیل کرتیں۔ انہیں زیادہ کام نہ کرنے دیتیں۔ ان کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتیں۔ ان کے کپڑے دھوتیں۔ انہیں کھانا کھلاتیں۔ ان کا بستر صاف کرتیں اور بچھاتیں اور اگر کوئی ان کے ذمہ ہوتا تو اس میں بھی ان کی مدد کرتیں۔

حضرت علیؓ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کا خود بیان یہ ہے کہ جس قدر میری خدمت فاطمہ نے کی شاید ہی کسی بہو نے اپنی ساس کی اتنی خدمت کی ہو گی۔

انہوں نے مزید بیان کیا کہ میری بہو جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہے بہت زیادہ خدمت گزار ہے اور مجھے حقیقی ماں تصور کرتی ہے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء از مسعود مفتی زاہد ملک صفحہ 127 علم و عرفان پبلشرز لاہور 2019ء)

اب یہ تو ساس بہو کی خدمت کا واقعہ ہے۔ اب گھروں کو سنبھالنا عورتوں کا کام ہے اور مردوں کا کام یہ ہے کہ باہر جائیں اور کمائی کریں اور باہر کے معاملات سنبھالیں۔ یہاں بعض دفعہ یہ سوال اٹھ جاتے ہیں کہ ہم نے دو گھنٹے کام کیا تو چار گھنٹے مرد بھی کام کرے، دو گھنٹے عورت بھی کام کرے۔ یہ چیزیں غلط ہیں۔

ہر ایک کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے اور جب ذمہ داریوں کا احساس ہو گا تو تبھی گھریلو امن قائم ہو گا اور آپس کے تعلقات بہتر ہوں گے اور بچوں کی صحیح تربیت ہو گی۔

مسلمان عورتوں کی جرأت و بہادری کے بھی بہت سے واقعات تاریخ میں ملتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خولہ بنت ازورؓ کی شجاعت کا واقعہ تاریخ میں یوں ملتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جب دیکھا کہ حضرت ضرارؓ قید ہو گئے ہیں ایک جنگ میں تو بہت غمگین اور پریشان ہو گئے۔ انہوں نے کئی دفعہ حملے کیے مگر ان کو چھڑا نہ سکے۔ حضرت ضرارؓ کی گرفتاری کی خبر جب حضرت خالدؓ کو پہنچی تو آپؓ بہت پریشان ہوئے اور ساتھیوں سے رومی لشکر کے متعلق معلومات لے کر حضرت ابوعبیدہؓ سے مشورہ کیا اور حملے کے متعلق رائے لی۔ اب رومی لشکر ایک ایسا لشکر تھا جس طرح یہی سمجھ لیں جس طرح آجکل امریکہ کی فوج کا مقابلہ ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ دمشق کے محاصرے کا معقول انتظام کر کے آپ حملہ کر سکتے ہیں۔ کمانڈر کیونکہ اس وقت حضرت ابوعبیدہؓ تھے۔ حضرت خالدؓ نے محاصرہ کا انتظام کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کا تعاقب کیا اور ان کو ہدایت کی کہ جیسے ہی دشمن ملے اس پر اچانک حملہ کرنا۔ اگر ضرار کو ان لوگوں نے قتل نہ کیا ہو تو شاید ہم ضرار کو چھڑا لائیں گے اور اگر ضرار کو شہید کیا ہو تو بخدا! ہم ان سے بھرپور انتقام لیں گے۔ حضرت ضرارؓ ایسے فوجی تھے بڑی بہادری سے لڑا کرتے تھے اور ان کی اسلامی لشکر میں ایک پہچان تھی۔ بہرحال حضرت خالدؓ نے کہا مجھے امید ہے کہ اللہ ہم کو ضرار کے متعلق صدمہ نہیں دے گا۔ اسی دوران حضرت خالدؓ نے ایک شہسوار کو سرخ عمدہ گھوڑے پر سوار دیکھا جس کے ہاتھ میں لمبا چمکدار نیزہ تھا۔ اس سوار کی وضع قطع سے بہادری، دانائی اور جنگی مہارت نمایاں تھی۔ زرہ کے اوپر لباس پہن رکھا تھا۔ پورا بدن اور منہ چھپا ہوا تھا اور فوج کے آگے آگے تھا۔ حضرت خالدؓ نے تمنا کی کہ کاش! مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شہسوار کون ہے۔

واللہ! یہ شخص نہایت دلیر اور بہادر معلوم ہوتا ہے۔ حضرت خالدؓ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی یہ بہادر شخص کون ہے جو ہمارے لشکر کے آگے آگے چل رہا ہے۔ سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ لشکرِ اسلام جب کفار کے قریب پہنچا تو لوگوں نے اس شہسوار کو رومیوں پر ایسے حملہ کرتے دیکھا جس طرح بڑی بہادری سے باز چڑیوں پر جھپٹتا ہے۔ اس کا ایک حملہ ایسا تھا جس نے دشمن کے لشکر میں تہلکہ ڈال دیا اور مقتولین کے ڈھیر لگا دیے اور بڑھتے بڑھتے دشمن کے لشکر کے درمیان میں پہنچ گیا۔ وہ چونکہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال چکا تھا اس لیے دوبارہ پلٹا اور کافروں کے لشکر کو چیرتا ہوا اندر گھستا چلا گیا۔ جو سامنے آیا اس کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت خالدؓ ہی ہو سکتے ہیں۔ رافع نے حیرانگی سے خالد سے پوچھا۔ رافع خالد کے ساتھ کھڑے تھے۔ یہ شخص کون ہے؟ جو لوگ دُور کھڑے ہیں وہ تو سمجھ رہے ہیں کہ آپ ہیں لیکن آپ تو یہاں کھڑے ہیں۔ یہ کون ہے؟ حضرت خالدؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں میں خود حیران ہوں کہ یہ کون ہے۔ حضرت خالدؓ لشکر کے آگے کھڑے تھے کہ وہی سوار دوبارہ رومیوں کے لشکر سے نکلا۔ رومیوں کا کوئی بھی سپاہی اس کے مقابل نہیں آ رہا تھا اور یہ تنہا کئی آدمیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے رومیوں کے درمیان لڑ رہا تھا۔ اسی دوران حضرت خالدؓ نے حملہ کر کے اسے کفار کے گھیرے سے نکالا اور یہ شخص لشکر اسلام میں پہنچ گیا۔ حضرت خالدؓ نے اسے کہا تُو نے اپنے غصے کو اللہ کے دشمنوں پر نکالا ہے۔ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ سوار نے کچھ نہیں بتایا پھر جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا: اللہ کے بندے! تُو نے مجھے اور تمام مسلمانوں کو بے چینی میں ڈال دیا ہے۔ تُو اس قدر بے پروا ہے۔ کوئی جان کی پروا نہیں تجھے، لڑتا چلا جا رہا ہے۔ آخر تُو کون ہے؟ حضرت خالدؓ کے اصرار پر اس نے جواب دیا کہ میں نے نافرمانی کی وجہ سے اعراض نہیں کیا۔ کسی نافرمانی کی وجہ سے میں اپنے آپ کو نہیں چھپا رہا۔ یہ نہیں کہ میں نافرمان ہوں اس لیے تمہیں جواب نہیں دے رہا بلکہ مجھے شرم آتی ہے کیونکہ میں مرد نہیں ہوں ایک عورت ہوں۔ اگر جنگ کے طریقے نہ سیکھے ہوتے تو وہ عورت یہ جنگ اس بہادری سے کس طرح لڑ سکتی تھی۔ عورتیں بھی اس طرح بہادری کا نمونہ دکھاتی تھیں۔ کہنے لگی مجھے میرے دردِ دل نے اس میدان میں اتارا ہے۔ خالد نے پوچھا کہ کون سی عورت؟ اس عورت نے عرض کیا کہ ضرار کی بہن خولہ بنت ازور ہوں۔ بھائی کی گرفتاری کا پتہ لگا تو میں نے وہی کیا جو آپ نے دیکھا۔ حضرت خالدؓ نے یہ سن کر کہا کہ ہم سب کو متفقہ حملہ کرنا چاہیے۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ ضرار کو قید سے رہائی دلا دے گا۔ حضرت خولہؓ نے کہا کہ مَیں بھی حملے میں پیش پیش رہوں گی۔ پھر خالد نے بھرپور حملہ کیا۔ رومیوں کے پیر اُکھڑ گئے اور رومیوں کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ حضرت رافعؓ نے شجاعت کے جوہر دکھائے۔

مسلمان ایک بار بھرپور حملے کے لیے تیار ہوئے تھے کہ اچانک کفار کے لشکر سے کچھ سوار اس طرف تیزی سے امان مانگتے ہوئے آ گئے۔ ان میں سے کچھ لوگ ٹوٹ کے مسلمانوں کے پاس آئے کہ ہمیں امان دے دو۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا ان کو امان دے دو اور فرمایا میرے پاس لے آؤ۔ پھر خالد نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم روم کی فوج کے لوگ ہیں اور حمص کے رہنے والے ہیں اور صلح چاہتے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ صلح تو حمص پہنچ کر ہی ہو گی۔ یہاں پر قبل از وقت ہم صلح نہیں کر سکتے البتہ تم کو امان ہے۔ جب اللہ فیصلہ کرے گا اور ہم غالب آئیں گے تب وہاں پر بات ہو گی۔ ہاں یہ بتاؤ کہ ہمارے ایک بہادر جس نے تمہارے سردار کے لڑکے کو قتل کیا تھا اس کے متعلق تمہیں کچھ معلوم ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا شاید آپ ان کے متعلق پوچھتے ہیں جو ننگے بدن تھے اور جنہوں نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو مارا اور سردار کے بیٹے کو قتل کیا تھا۔ خالد نے فرمایا ہاں وہی ہے۔ انہوں نے کہا جس وقت وہ قید ہوئے اور وردان کے پاس پہنچے تو وردان نے جو رومیوں کی فوج کا سردار تھا اس کو سو سواروں کی جمعیت میں حمص روانہ کیا تاکہ بادشاہ کے پاس پہنچایا جائے۔ یہ سن کر خالد بہت خوش ہوئے اور حضرت رافعؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم راستوں کو اچھی طرح جانتے ہو۔ اپنی مرضی کے جوانوں کو لے کر حمص پہنچنے سے پہلے حضرت ضرارؓ کو چھڑاؤ اور اپنے رب کے ہاں اجر پاؤ۔ حضرت رافعؓ نے ایک سو جوانوں کو چن لیا اور ابھی جانے ہی والے تھے کہ حضرت خولہؓ نے منت سماجت کر کے حضرت خالدؓ سے اس فوج کے ساتھ بھی جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ اور سب لوگ حضرت رافعؓ کی سرکردگی میں حضرت ضرارؓ کی رہائی کے لیے حمص روانہ ہو گئے۔

حضرت رافعؓ تیزی سے چلے اور ایک مقام پر پہنچ کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہو جاؤ کہ دشمن ابھی آگے نہیں گیا اور وہاں پر اپنے ایک دستے کو چھپا دیا۔ یہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ غبار اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت رافعؓ نے مسلمانوں کو چوکنا رہنے کا حکم دیا۔ مسلمان تیار بیٹھے تھے کہ رومی پہنچ گئے۔ حضرت ضرارؓ ان کی قید میں تھے اور درد بھرے لہجے میں اشعار پڑھ رہے تھے کہ اے مخبر! میری قوم اور خولہ کو یعنی میری بہن کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں قیدی ہوں اور مشکوں میں بندھا ہوا ہوں۔ انہیں اپنی بہن کی جرأت اور بہادری کا بھی پتا تھا کہ میری بہن کو پتا چل

ارشاد
حضرت
امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس

''وفا کو بھی بڑھائیں، اپنے تقویٰ کو بھی بڑھائیں
اور خلافت کے ساتھ اپنے تعلق کو بھی بڑھائیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مئی 2015)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

گیا تو وہ یقیناً آئے گی اور بغیر کسی خوف کے میری آزادی کی تدبیر کرے گی۔ شام کے کافر اور بے دین میرے گرد جمع ہیں اور تمام زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ اے دل! تُو غم وحسرت کی وجہ سے مرجا اور اے جوانمردی کے آنسو میرے رخسار پر بہ جا۔ افسوس کر رہے تھے اپنی حالت پر کہ مَیں قید ہوں اور یہ لوگ زرہ پہنے ہوئے آزاد ہیں۔ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ حضرت خولہؓ نے زور سے آواز دی کہ تیری دعا قبول ہوگئی۔ اللہ کی مدد آ گئی۔ شعر کی آواز حضرت خولہ کو پہنچی تو انہوں نے وہیں سے زور سے چلا کر کہا کہ اللہ کی مدد آ گئی۔ میں تیری بہن خولہ ہوں اور یہ کہہ کر اس نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا اور حملہ کر دیا اور مسلمان بھی تکبیر کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے اس دستے پر قابو پالیا۔ سب کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت ضرارؓ کو اللہ تعالیٰ نے رہائی دلائی اور مالِ غنیمت مسلمانوں کو مل گیا۔ اس طرح حضرت خولہؓ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائی کی رسیاں کھول دیں، سلام کیا۔ حضرت ضرارؓ نے اپنی بہن کو شاباش دی اور خوش آمدید کہا اور خدا کا شکرادا کیا۔

(فتوحات شام از فضل محمد یوسف زئی صفحہ 72 تا 77۔ دارالناشر لاہور 2012ء)

پھر ایک خاتون کی بہادری اور صبر کا ذکر یوں ملتا ہے۔ اس کا خاوند بیٹا اور بھائی شہید ہوئے لیکن وہ صبر کی چٹان بن کر رہی۔ حضرت خلادؓ کی والدہ حضرت ہند بنت عمرؓو، ان کی والدہ کا نام بھی عمرو تھا اور خاوند کا نام بھی۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی پھوپھی بھی تھیں۔ غزوۂ احد میں حضرت ہندؓ نے اپنے خاوند اپنے بیٹے اور اپنے بھائی کو شہادت کے بعد اونٹ پر لادا۔ پھر جب ان کے متعلق حکم ہوا تو انہیں واپس احد لوٹا یا گیا اور وہ وہیں احد میں دفن کیے گئے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابۃ جلد 2 صفحہ 287 خلاد بن عمرو بن الجموح۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1995ء)

جب یہ پتہ لگا کہ شہید ہو گئے ہیں تو یہ تینوں کو پہلے مدینہ لانے کے لیے لے کر آئی تھیں لیکن واپس لے گئیں اور اس کی تفصیل بھی آگے بیان ہوئی ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی مرضی تھی کہ احد کے شہداء احد میں ہی دفن ہوں۔

اس واقعہ کی تفصیل میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ غزوۂ احد کے بارے میں خبر لینے کے لیے مدینے کی عورتوں کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں۔ اس وقت تک پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ جب آپؓ حرہ کے مقام تک پہنچیں تو آپؓ کی ملاقات ہند بنت عمرو سے ہوئی جو کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت ہندؓ اپنی اونٹنی کو ہانک رہی تھیں۔ اس اونٹنی پر آپ کے شوہر حضرت عمرو بن جموحؓ، بیٹے حضرت خلاد بن عمروؓ اور بھائی حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی نعشیں تھیں۔ جب حضرت عائشہؓ نے میدانِ جنگ کی خبر لینے کی کوشش کی حضرت عائشہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ خبر ہے کہ تم پیچھے لوگوں کو کس حال میں چھوڑ کے آئی ہو۔ اس پر حضرت ہندؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مصیبت آسان ہے، جب آپ خیریت سے ہیں تو پھر کوئی ایسی بات نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے پوچھا کہ اونٹنی پر کون کون ہیں؟ تب حضرت ہندؓ نے بتایا کہ میرا بھائی ہے، میرا بیٹا خلاد ہے اور میرے شوہر عمرو بن جموح۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ انہیں کہاں لیے جاتی ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ انہیں مدینہ میں دفن کرنے کے لیے لے جارہی ہوں۔ پھر وہ اونٹ کو ہانکنے لگیں لیکن اونٹ بیٹھ جاتا تھا۔ مدینہ کی طرف نہیں جارہا تھا۔ بہت کوشش کی لیکن جب وہ واپس احد کی طرف لے جانے لگتیں تو کھڑا ہو جاتا، چل پڑتا۔ تو بہرحال یہ اونٹ کو لے کر پھر احد ہی پہنچ گئیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ احد کے شہید وہیں دفن ہوں گے اور اس طرح انہوں نے اپنے خاوند، بھائی اور بیٹے کو وہاں لے جا کر دفن کیا اور اس بات کی کوئی پروا نہیں کی کہ وہ شہید ہو گئے ہیں بلکہ ان کو یہ خوشی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں۔

(کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 265-266 عالم الکتب بیروت 1984ء)

(سنن النسائی کتاب الجنائز باب این یدفن الشہید حدیث 2006)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن جب لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دُور ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سُلَیمؓ کو دیکھا کہ یہ دونوں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے کپڑے سمیٹے ہوئے تھیں۔ پانی کی مشکیں اٹھائے ہوئے لا رہی تھیں اور ان کو زخمی لوگوں کے مونہوں میں انڈیل دیتیں اور پھر لوٹ جاتیں اور مشکوں کو پھر سے بھرتیں اور ان کو پلانے کے لیے آتیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجھاد والسیر باب غزو النساء وقتالھن مع الرجال 2880)

حضرت ربیع بنت معوذؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم جہاد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوا کرتی تھیں۔ پانی پلاتی تھیں۔ زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور زخمی اور مقتولوں کو اٹھا کر مدینہ لاتی تھیں۔ (صحیح البخاری کتاب الجھاد والسیر باب مداواۃ النساء الجرحی فی الغزو 2882) یہ بھی کوئی معمولی کام نہیں۔

حضرت ام عطیہ انصاریہ سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی۔ میں ان کے پیچھے ان کے پڑاؤ میں رہتی اور ان کے لیے کھانا بناتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور بیماروں کی خدمت کرتی تھی۔

(صحیح مسلم کتاب الجھاد والسیر باب النساء الغازیات یرضخ لھن ولا یسھم ...... حدیث 4690)

حضرت ام عمارہؓ غزوۂ احد میں شریک ہوئیں اور نہایت پامردی سے لڑیں۔ جب تک مسلمان فتح یاب تھے وہ مشک میں پانی بھر کے لوگوں کو پلا رہی تھیں۔

اب عموماً ہم حضرت طلحہؓ کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے احد میں بڑی بہادری دکھائی لیکن حضرت ام عمارہؓ نے بھی بہادری کم نہیں دکھائی۔

لکھا ہے کہ جب شکست ہوئی، جو عارضی شکست تھی، جب جنگ کا پانسہ پلٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار جب آپؐ پر بڑھتے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے احد میں ان کو اپنے دائیں اور بائیں لڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کی گواہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دی ہے کہ حضرت ام عمارہؓ احد میں میرے دائیں بائیں لڑ رہی تھیں۔ ابن قمئہ جب تیزی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہؓ نے بڑھ کر روکا۔ ان کے کندھے پر گہرا زخم آیا، اس نے ام عمارہ کو تلوار ماری جس سے گہرا زخم بھی آیا۔ اور حضرت ام عمارہؓ نے بھی اپنی تلوار سے ابن قمئہ پر حملہ کیا لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لیے حملہ کارگر نہیں ہوا۔

(ماخوذ از السیرۃ النبویہ لابن ہشام باب سأن عاصم بن ثابت صفحہ 534 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے ان عورتوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ایک خطبہ میں بیان کیا کہ ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ کیا مرد ہم سے زیادہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں کہ وہ جہاد میں شامل ہوں اور ہم شامل نہ ہوں۔ ہم بھی جہاد میں شامل ہوا کریں گی۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہ عورت ایک جنگ میں شریک ہوئی اور جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو اس کو بھی باقاعدہ طور پر حصہ دیا گیا۔ بعض صحابہؓ نے کہا کہ اِس کو حصہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، اِس کو بھی حصہ دیا جائے گا۔ چنانچہ اس عورت کو حصہ دیا گیا۔ پھر آپؐ کی یہ سنت ہوگئی کہ جب مرد جہاد پر جاتے تھے تو مرہم پٹی کے لیے عورتیں بھی ساتھ چلی جاتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کی جنگوں میں بھی عورتیں شامل ہوتی رہیں اور بعض جنگوں میں عورتوں نے کمان بھی کی۔ آپؓ نے حضرت عائشہؓ کی مثال دی ہے کہ وہ کمان کر رہی تھیں قطع نظر اس کے کہ اس وقت کون صحیح تھا اور کون غلط لیکن بہرحال حضرت عائشہؓ کو فنونِ حرب سے واقفیت تھی تبھی کمان کی۔ (ماخوذ از قرونِ اولیٰ کی خواتین اور نامور صحابیات کے ایمان افروز واقعات، انوارالعلوم جلد 21، صفحہ 617-618) اور بعد میں پھر بہرحال آپؓ کو یہ احساس بھی ہو گیا تھا کہ یہ جنگ غلط ہو رہی ہے اس لیے آپؓ نے صلح کے لیے بھی جھنڈا بلند کر دیا تھا۔

تو بہرحال اس زمانے میں عورتیں فنون جنگ سے بھی واقف تھیں۔ ہر کام سیکھا کرتی تھیں اور ان لوگوں میں بہادری تھی۔ گھر میں نہیں بیٹھی رہا کرتی تھیں۔

اِس زمانے کی جنگ قلم کا جہاد ہے، لٹریچر کی تقسیم کا جہاد ہے، تبلیغ کا جہاد ہے۔ پس عورتوں کا کام ہے کہ تبلیغ میں بھرپور حصہ لیں اور اس روحانی ہتھیار سے لیس ہوں جو تبلیغ کے لیے ضروری ہے۔ قرآن کریم کا علم حاصل کریں۔ دینی علم حاصل کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے علم حاصل کریں۔ حدیث سے علم حاصل کریں اور اپنے اعلیٰ نمونے دکھا کر اپنی حالتوں کو اسلام کی تعلیم کے مطابق بنائیں تبھی اسلام کی خدمت کر سکیں گی۔

پس یہ جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ صرف دنیا کے پیچھے ہم نے چلنا ہے یا ہم نے اپنے عہد کو بھی پورا کرنا ہے اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے قربانیاں کرنی پڑتی ہیں

کجا یہ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپ کہیں کہ ہم یہ کیوں کریں اور وہ کیوں کریں۔ قربانیاں کریں۔ اپنی حیا کا خیال رکھیں۔ اپنے لباس کا خیال رکھیں۔ دین کی تعلیم کا خیال رکھیں اور اپنے عہدوں کو نبھانے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ یاد رکھیں اور اس میں کسی کمپلکس (complex) میں، کسی احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کر کے ہمیں یہ دنیا دار کیا کہیں گے۔

ہم نے ان دنیاداروں کو اپنے پیچھے چلانا ہے اور اپنی مثالوں سے انشاء اللہ تعالیٰ اس ملک میں اسلام اور احمدیت کا جھنڈا لہرانا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اب دعا کرلیں۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 16 نومبر 2024ء)

☆☆☆☆☆☆

Z.A. Tahir Khan
M.Sc. (Chemistry) B.Ed.
DIRECTOR
Z.A. TAHIR KHAN
Director oxford N.T.T. College
Jaipur (Rajasthan)
TEACHER TRAINING
OXFORD N.T.T. COLLEGE
(Teacher Training)
(A unit of Oxford Group of Education)
Affiliated by A.I.I.C.C.E. New Delhi 110001
0141-2615111- 7357615111
oxfordnttcollege@gmail.com
Add. Fateh Tiba Adarsh Nagar, Jaipur-04
Reg. No. AIICCE-0289/Raj.

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695
#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم. اے. رضی اللہ عنہ)

ابوالعاص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن الربیع حضرت خدیجہؓ مرحومہ کے قریبی رشتہ دار یعنی حقیقی بھانجے تھے اور باوجود مشرک ہونے کے ان کا سلوک اپنی بیوی سے بہت اچھا تھا اور مسلمان ہونے کے بعد بھی میاں بیوی کے تعلقات بہت خوشگوار رہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جہت سے ابوالعاص کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے کہ اس نے میری لڑکی کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ ابوالعاص حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ۱۲ ہجری میں فوت ہوئے مگر ان کی زوجہ محترمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہی فوت ہوگئیں۔ ان کی لڑکی امامہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عزیز تھی۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے نکاح میں آئیں مگر اولاد سے محروم رہیں۔

غزوہ بنولحیان جمادی الاولیٰ ۶ ہجری مطابق ستمبر ۶۲۷ء

اصحاب رجیع کا المناک واقعہ ۴ھ کے واقعات میں بیان کیا جاچکا ہے۔ اس موقع پر دس بے گناہ مسلمان جو اسلام کی پرامن تبلیغ کے لئے بھجوائے گئے تھے نہایت بے دردی اور دھوکے کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تھے اور اس سارے فتنہ کی تہ میں بنولحیان کا ہاتھ تھا جو اس زمانہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی غُران میں آباد تھے۔ طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کا سخت صدمہ تھا اور چونکہ بنولحیان کا رویہ ابھی تک اسی طرح معاندانہ اور مفسدانہ تھا اور ان کی طرف سے آئندہ کے لئے بھی اندیشہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی مزید فتنہ انگیزی کا باعث نہ بنیں اس لئے آپؐ نے انتظامی لحاظ سے مناسب خیال فرمایا کہ ان کی کسی قدر گوشمالی ہو جائے تا کم از کم آئندہ کے لئے مسلمان ان کے فتنوں سے محفوظ ہو جائیں اس خیال سے آپ دو سو صحابہ کی جمعیت کو ساتھ لے کر ماہ جمادی الاولی ۶ھ میں مدینہ سے نکلے۔ اور اس خیال سے کہ اس سفر کی غرض وغایت مخفی رہے تا کہ بنولحیان خبر پا کر ہوشیار نہ ہو جائیں، آپؐ نے مدینہ سے نکل کر شروع شروع میں شمال کا رخ کیا اور کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد جنوب کی طرف گھوم گئے۔ مگر باوجود اس احتیاط کے دشمن کسی طرح خبر پا کر ہوشیار ہو چکا تھا اور پیشتر اس کے کہ آپؐ وادی غران میں پہنچتے بنولحیان کے لوگ اردگرد کی پہاڑیوں میں منتشر ہو کر غائب ہو چکے تھے۔

آپؐ نے منزل مقصود پر پہنچ کر وہاں کچھ وقت قیام فرمایا اور روایت آتی ہے کہ جب اس سفر میں آپؐ اس مقام پر پہنچے جہاں آپؐ کے صحابہؓ شہید کئے گئے تھے تو آپؐ پر سخت رقت طاری ہوگئی اور آپؐ نے نہایت الحاح کے ساتھ ان شہداء کے لئے دعا مانگی۔ پھر آپؐ مقام عسفان کی طرف آگے بڑھے جو اس جگہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر مکہ کی جانب واقع تھا اور اپنے اصحاب کی متفرق پارٹیاں ادھر ادھر روانہ فرمائیں جن میں سے ایک پارٹی کے امیر حضرت ابوبکرؓ بھی تھے جو مکہ کی سمت میں بھیجی گئی تھی مگر ان میں سے کسی پارٹی کو بھی لڑائی پیش نہیں آئی اور چند دن کی غیر حاضری کے بعد آپؐ مدینہ میں واپس تشریف لے آئے۔

سفر سے واپسی کی دعا

واپسی سفر کے دوران میں آپؐ نے ایک دعا فرمائی جسے بعد میں مسلمان اپنے اہم سفروں سے واپسی کے موقع پر عموماً پڑھا کرتے تھے۔ وہ دعا یہ ہے:

آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

یعنی ”ہم لوگ اپنے خدا کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اسی کی طرف جھکنے والے۔ اسی کی عبادت کرنے والے۔ اسی کے سامنے گرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کے گیت گانے والے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اپنے بعد کے سفروں میں عموماً یہ دعا فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات اس کے ساتھ یہ الفاظ زیادہ فرماتے تھے کہ:

صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَحَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ

یعنی ”ہمارے خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور دشمن کے لشکروں کو خود اپنے دم سے پسپا کر دیا۔“

یہ دعا جو غزوہ بنولحیان کے تعلق میں اہل سیر نے بیان کی ہے اور محدثین نے بھی اس کی تصدیق کی ہے اپنے اندر ایک خاص کیفیت کی حامل ہے اور اس کے مطالعہ سے ان جذبات کے اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے جو اس پُرآشوب زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ نفسی کے قلب مطہر میں موجزن تھے اور جنہیں آپؐ اپنے صحابہ کے اندر پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس دعا میں یہ تڑپ مخفی ہے کہ دشمن کی طرف سے جو روک مسلمانوں کی عبادت گزاری اور اسلام کی پرامن تبلیغ کے رستے میں ڈالی جارہی ہے اللہ تعالیٰ اسے دور فرمائے اور جس حد تک اللہ تعالیٰ نے اس روک کو دور کیا ہے اس پر شکر گزاری کا گیت گایا گیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص اپنے ایک نہایت دل پسند کام میں منہمک ہو اور پھر یکلخت کوئی دوسرا شخص اس کے کام میں مخل ہو کر اس کی توجہ کو منتشر کر دے۔ مگر کچھ وقت کے بعد خدائی فضل کے ماتحت یہ روک دور ہو جائے اور وہ شخص پھر اپنے محبوب مشغلہ میں مصروف ہونے کا موقع پالے۔ ایسے موقع پر جو جذبات اس شخص کے دل میں اٹھیں گے وہی اس دعا میں مخفی ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم اس سفر کی عارضی رخنہ اندازی سے آزاد ہو کر پھر اس کیفیت کی طرف واپس آرہے ہیں کہ جس میں ہم اپنے خدا کی یاد میں وقت گزار سکیں گے اور اس کی حمد کے گیت گانے کا موقع پائیں گے۔ ہاں وہی خدا جو اس سے پہلے بھی متعدد موقعوں پر ہمیں دشمن کے فتنہ سے محفوظ کر کے امن عطا کرتا رہا ہے۔ یہ جذبہ کیسا مبارک اور کیسا دلکش اور کیسا پرامن ہے! مگر افسوس کہ پھر بھی بعض دشمنان اسلام اعتراض سے باز نہیں آتے اور یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی اصل غرض جارحانہ فوج کشی اور دنیا طلبی تھی۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

غزوہ بنولحیان کی تاریخ کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ابن سعد نے اسے ربیع الاول ۶ھ میں بیان کیا ہے مگر ابن اسحاق اور طبری نے تصریح کی ہے کہ وہ جمادی الاولیٰ ۶ھ میں ہوا تھا۔ میں نے اس جگہ ابن اسحاق کی پیروی کی ہے۔ واللہ اعلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق توریہ کا الزام

غزوہ بنولحیان کے ذکر میں ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ پردہ رکھنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع میں شمال کی طرف تشریف لے گئے تھے اور بعد میں مدینہ سے کچھ فاصلہ پر جا کر جنوب کی طرف گھوم گئے۔ اسی قسم کے واقعات بعض دوسرے غزوات کے متعلق بھی بیان ہوئے ہیں کہ دشمن سے اپنی حرکات وسکنات کو مخفی رکھنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء میں سفر کا مقصد ظاہر نہیں فرمایا اور مدینہ سے نکلتے ہوئے اصل جہت کو چھوڑ کر دوسری جہت کی طرف تشریف لے گئے مگر کچھ فاصلہ پر جا کر پھر اصل جہت کی طرف گھوم گئے وغیر ذالک۔ اس قسم کے واقعات کی بنا پر جو عربی محاورہ کے مطابق تورية کہلاتے ہیں بعض کوتہ اندیش لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ نعوذ باللہ یہ افعال چالاکی اور دھوکے میں داخل ہیں جو ایک نبی کی شان سے بعید ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں ہمیں زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس قسم کے اعتراضات زیادہ سمجھ دار طبقہ کی طرف سے نہیں ہوتے بلکہ عموماً کم علم اور کم فہم لوگوں کی طرف سے کئے جاتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ گزشتہ انبیاء اور صلحاء کے حالات سے واقف نہیں بلکہ موقع اور محل کو سمجھنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے۔ اور نیکی صرف اسی بات کو سمجھتے ہیں کہ انسان اول تو دنیا کی کسی بات میں حصہ نہ لے اور اگر کبھی بصورت مجبوری حصہ لینا پڑے تو اس کے لئے کوئی مادی تدبیر اختیار نہ کرے اور اگر کبھی کوئی تدبیر اختیار کرنی پڑے تو وہ نہایت سادہ اور بھونڈے طریق پر کی جائے اور ہر صورت میں ہر بات برملا ہو اور کبھی کسی بات میں اخفا اور رازداری کا طریق اختیار نہ کیا جائے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگر نیکی اسی کا نام ہے تو بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض افعال اعتراض کا نشانہ بنتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا واقعی نیکی کی یہی تعریف ہے اور کیا اس تعریف کی رو سے دنیا کا کوئی نبی اور کوئی مصلح ایسا ہے جو ایسے اعتراضوں سے بچ سکتا ہے؟

دور نہ جاؤ حضرت مسیحؑ ناصری کو ہی لے لو جنہیں اس زمانہ میں یورپ وامریکہ کی ترقی یافتہ اقوام عرش الوہیت پر بٹھائے ہوئے ہیں اور ہر نیک کام کو ان کے اقوال وافعال کے پیمانے سے ناپتی ہیں۔ مگر کیا یہ درست نہیں کہ جب ان کے خلاف یہ الزام لگایا گیا کہ وہ حکومت وقت کے خلاف تعلیم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکومت کو خراج نہ دو اور اس طرح انہیں حکومت کی نظروں میں معتوب کرنا چاہا تو انہوں نے صاف اور سیدھا جواب دینے کی بجائے ایک رائج الوقت سکہ منگایا اور اس پر قیصر روما کی تصویر دیکھ کر کہا کہ یہ تو قیصر کی تصویر ہے۔ تو پھر جو قیصر کی چیز ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کی چیز ہے وہ خدا کو دو۔ اور اس طرح ایک غیر حقیقی سا جواب دے کر بات کو ٹال دیا۔ اسی طرح ہندوؤں کی مذہبی کتب میں ذکر آتا ہے کہ شری کرشن جی مہاراج (جو ہندوؤں کے سب سے بڑے اوتار گزرے ہیں) اور ان کے بعض مقدس ساتھی ایک راجہ کو قتل کرنے کی غرض سے بھیس بدل کر اس کے قلعہ میں داخل ہوئے اور ایک انتقامی غرض کے حصول کے لئے اپنی اصل شناخت کو چھپایا اور لوگوں کے خیال کو غلط رستے پر ڈال دیا۔ اسی طرح سکھوں کی کتب میں یہ ذکر آتا ہے کہ جب شاہی فوج نے گوروگوبند جی کا محاصرہ کر لیا جو سکھوں کے ایک نہایت نامور اور ممتاز گورو گزرے ہیں تو انہوں نے اپنے ایک ہمشکل شخص کو اپنا لباس پہنا کر اسے اپنی جگہ بٹھا دیا اور خود اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ مسلمان حاجیوں کا لباس پہن کر حملہ آوروں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے نکل گئے۔ اگر یہ مذہبی پیشوا باوجود اپنے اس قسم کے افعال کے پاک اور مقدس شمار ہو سکتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ایک بالکل جائز جنگی تدبیر اختیار کرنے کی وجہ سے کس طرح اعتراض ہو سکتا ہے؟

(سیرت خاتم النّبیین، صفحہ 674 تا 678، مطبوعہ قادیان 2006)

Love for All Hatred for None
99493-56387
Prop:Muhammad Saleem
MASROOR HOTEL
TEA,TIFFIN,MEALS,CHICKEN-BIRYANI,FAST-FOOD AVAILABLE HERE
Near Naidu Petrol Pump, Khammam Rd. Warangal (Telengana)
طالب دعا: محمد سلیم (ضلع نائب امیر جماعت احمدیہ ورنگل، تلنگانہ)

اگر باغی کو بھی انتہائی سزا نہ دی جاوے تو نظام حکومت بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور شریر اور مفسدہ پرداز لوگوں کو ایسی جرأت حاصل ہو جاتی ہے جو امن عامہ اور رفاہ عام کے لیے سخت مہلک ثابت ہوتی ہے اور یقیناً ایسے حالات میں باغی پر رحم کرنا دراصل ملک پر اور ملک کے امن پسند لوگوں پر ظلم کے ہم معنی ہوتا ہے۔ (حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 01/نومبر 2024 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: بنوقریظہ کن کن جرائم کے مرتکب تھے؟

جواب: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں: بنوقریظہ کسی ایک جرم کے مرتکب نہیں ہوئے بلکہ وہ بے وفائی اور احسان فراموشی کے مرتکب ہوئے۔ بد عہدی اور غداری کے مرتکب ہوئے۔ بغاوت اور اقدام قتل کے مرتکب ہوئے اور ان جرموں کا ارتکاب انہوں نے ایسے حالات میں کیا جو ایک جرم کو بھیانک سے بھیانک صورت دے سکتے ہیں اور دنیا کی کوئی غیر متعصب عدالت ان کے مقدمہ میں موجبات رعایت کا عنصر نہیں پا سکتی۔

سوال: اگر باغی کو انتہائی سزا نہ دی جائے تو کیا ہوگا؟

جواب: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں: اگر باغی کو بھی انتہائی سزا نہ دی جاوے تو نظام حکومت بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور شریر اور مفسدہ پرداز لوگوں کو ایسی جرأت حاصل ہو جاتی ہے جو امن عامہ اور رفاہ عام کے لیے سخت مہلک ثابت ہوتی ہے اور یقیناً ایسے حالات میں باغی پر رحم کرنا دراصل ملک پر اور ملک کے امن پسند لوگوں پر ظلم کے ہم معنی ہوتا ہے۔

سوال: غزوہ بنوقریظہ میں کتنے مسلمان شہید ہوئے تھے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو اپنی مختلف تاریخوں سے تحقیق کی ہے اس کے مطابق وہ لکھتے ہیں کہ ''کم و بیش چار سو آدمی اس دن سعدؓ کے فیصلہ کے مطابق قتل کیے گئے اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو حکم دے کر ان مقتولین کو اپنے انتظام میں دفن کروا دیا۔

سوال: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غزوۂ بنو قریظہ میں قتل ہونے والے یہودیوں کی تعداد پر ہونے والے غیر مسلم مؤرخین کے اعتراضات کے جواب میں کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غزوۂ بنو قریظہ میں قتل ہونے والے یہودیوں کی تعداد پر ہونے والے غیر مسلم مؤرخین کے اعتراضات کے جواب میں بیان فرمایا ہے کہ بنوقریظہ کے واقعہ کے متعلق بعض غیر مسلم مؤرخین نے نہایت ناگوار طریقے پر آنحضرت ﷺ کے خلاف حملے کیے ہیں اور ان کم و بیش چار سو یہودیوں کی سزائے قتل کی وجہ سے آپ کو ایک نعوذ باللہ ظالم و سفاک فرمانروا کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اس اعتراض کی بناء محض مذہبی تعصب پر واقع ہے جس سے جہاں تک کم از کم اسلام اور بانی اسلام کا تعلق ہے بہت سے مغربی روشنی میں تربیت یافتہ مؤرخ بھی آزاد نہیں ہو سکے۔ اس اعتراض کے جواب میں اول تو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بنوقریظہ کے متعلق جس فیصلہ کو ظالمانہ کہا جاتا ہے وہ سعدؓ بن معاذ کا فیصلہ تھا آنحضرت ﷺ کا ہرگز نہیں تھا۔ اور جب وہ آپ کا فیصلہ ہی نہیں تھا تو اس کی وجہ سے آپ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ دوم یہ فیصلہ حالات پیش آمدہ کے ماتحت ہرگز غلط اور ظالمانہ نہیں تھا......سوم یہ کہ اس عہد کی وجہ سے جو سعدؓ نے فیصلہ کے اعلان سے قبل آپ سے لیا تھا آپ اس بات کے پابند تھے کہ بہر حال اس کے مطابق عمل کرتے۔ چہارم یہ کہ جب خود مجرموں نے اس فیصلہ کو قبول کیا اور اس پر اعتراض نہیں اٹھایا اور اسے اپنے لیے ایک خدائی تقدیر سمجھا جیسا کہ حیی بن اخطب کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے جو اس نے قتل کیے جانے کے وقت کہے تو اس صورت میں آپ کا یہ کام نہیں تھا کہ خواہ نخواہ اس میں دخل دینے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

سوال: سعدؓ کے فیصلے کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمایا: سعدؓ کا فیصلہ گو اپنی ذات میں سخت سمجھا جائے مگر وہ ہرگز عدل و انصاف کے خلاف نہیں تھا اور یقیناً یہود کے جرم کی نوعیت اور مسلمانوں کی حفاظت کا سوال دونوں اسی کے مقتضی تھے کہ یہی فیصلہ ہوتا اور پھر یہ فیصلہ بھی یہودی شریعت کے عین مطابق تھا بلکہ اس ابتدائی معاہدہ کے لحاظ سے ضروری تھا کہ ایسا ہی ہوتا کیونکہ اس کی رو سے مسلمان اس بات کے پابند تھے کہ یہود کے متعلق انہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں مگر جو کچھ بھی تھا یہ فیصلہ سعدؓ بن معاذ کا تھا آنحضرت ﷺ کا نہیں تھا اور سعدؓ پر ہی اس کی پہلی اور آخری ذمہ داری عائد ہوتی تھی اور آنحضرت ﷺ کا تعلق بحیثیت صدر حکومت کے اس سے صرف اس قدر تھا کہ آپ اس فیصلہ کو اپنی حکومت کے انتظام کے ماتحت جاری فرماویں۔

سوال: جو معاہدہ آنحضرت ﷺ اور یہود کے درمیان ابتدا میں ہوا تھا اس کی ایک شرط رسول کریم ﷺ نے کیا بیان کی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جو معاہدہ آنحضرت ﷺ اور یہود کے درمیان ابتدا میں ہوا تھا اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر یہود کے متعلق کوئی امر قابلِ تصفیہ پیدا ہوگا تو اس کا فیصلہ خود انہیں کی شریعت کے ماتحت کیا جائے گا۔

سوال: مسٹر مارگولیس صاحب نے غزوہ احزاب کے حملہ کے بارے میں کیا بیان فرمایا؟

جواب: مسٹر مارگولیس صاحب لکھتے ہیں کہ: غزوہ احزاب کا حملہ جس کے متعلق محمدؐ صاحب کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ محض خدائی تصرفات کے ماتحت پسپا ہوا وہ بنو نضیر ہی کی اشتعال انگیز کوششوں کا نتیجہ تھا یا کم از کم یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور بنو نضیر وہ تھے جنہیں محمدؐ صاحب نے صرف جلاوطن کر دینے پر اکتفا کی تھی۔ اب سوال یہ تھا کہ کیا محمدؐ صاحب بنوقریظہ کو بھی جلاوطن کر کے اپنے خلاف اشتعال انگیز کوششیں کرنے والوں کی تعداد اور طاقت میں اضافہ کر دیں؟ دوسری طرف وہ قوم مدینہ میں بھی نہیں رہنے دی جا سکتی تھی جس نے اس طرح برملا طور پر حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا۔ ان کا جلاوطن کرنا غیر محفوظ تھا مگر ان کا مدینہ میں رہنا بھی کم خطرناک نہ تھا۔ پس اس فیصلہ کے بغیر چارہ نہ تھا کہ ان کے قتل کا حکم دیا جاتا۔ پھر یہ بات بھی خصوصیت کے ساتھ مدنظر رکھنی چاہیے کہ بنوقریظہ آنحضرت ﷺ کے صرف حلیف اور معاہد ہی نہیں تھے بلکہ وہ اپنے ابتدائی معاہدہ کی رو سے مدینہ میں آپ کی حکومت کو تسلیم کر چکے تھے یا کم از کم آپ کی سوؤرینیٹی [Sovereignty] کو انہوں نے قبول کیا تھا۔ پس ان کی حیثیت صرف ایک غدار حلیف یا معمولی دشمن کی نہیں تھی بلکہ وہ یقیناً باغی بھی تھے اور باغی بھی نہایت خطرناک قسم کے باغی۔ اور باغی کی سزا خصوصاً جنگ کے ایام میں سوائے قتل کے کوئی اور نہیں سمجھی گئی۔

سوال: آنحضرت ﷺ یہود کے متعلق کس طرح فیصلہ فرمایا کرتے تھے؟

جواب: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے فرمایا: آنحضرت ﷺ ہمیشہ یہود کے متعلق شریعت موسوی کے مطابق فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔

۞۞۞

مجھے الہام ہوا اُرِیْكَ بَرَکَاتٍ مِنْ کُلِّ طَرْفٍ یعنی ہر ایک پہلو سے تجھے برکتیں دکھلاؤں گا یہ پیشگوئی اس طرح پر پوری ہوئی کہ جب مَیں جہلم کے قریب پہنچا تو تخمیناً دس ہزار سے زیادہ آدمی ہوگا کہ وہ میری ملاقات کے لئے آیا اور تمام سڑک پر آدمی تھے۔ اور ایسے انکسار کی حالت میں تھے کہ گویا سجدے کرتے تھے

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 07/جولائی 2006 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: کن چار موقعوں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عزت اور جان نہایت خطرہ میں پڑ گئی تھی؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: میرے لئے بھی پانچ موقعے ایسے پیش آئے تھے جن میں عزت اور جان نہایت خطرہ میں پڑ گئی تھی۔ (1) اوّل وہ موقع جبکہ میرے پر ڈاکٹر مارٹن کلارک نے خون کا مقدمہ کیا تھا۔ (2) دوسرے وہ موقعہ جبکہ پولیس نے ایک فوجداری مقدمہ مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی کچہری میں میرے پر چلایا تھا۔ (3) تیسرے وہ فوجداری مقدمہ جو ایک شخص کرم الدین نام نے بمقام جہلم میرے پر کیا تھا۔ (4) وہ فوجداری مقدمہ جو اسی کرم دین نے گورداسپور میں میرے پر کیا تھا۔ (5) پانچویں جب لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میرے گھر کی تلاشی لی گئی اور دشمنوں نے ناخنوں تک زور لگایا تھا تا مَیں قاتل قرار دیا جاؤں۔ مگر وہ تمام مقدمات میں نامراد رہے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو 29 جولائی 1897 میں کون سا خواب دیکھا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: 29 جولائی 1897ء کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاعقہ مغرب کی طرف سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی آواز ہے اور نہ اس نے کچھ نقصان کیا ہے بلکہ وہ ایک ستارہ روشن کی طرح آہستہ حرکت سے میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے اور مَیں اس کو دور سے دیکھ رہا ہوں۔ اور جبکہ وہ قریب پہنچی تو میرے دل میں تو یہی ہے کہ یہ صاعقہ ہے مگر میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا سا ستارہ دیکھا جس کو میرا دل صاعقہ سمجھتا ہے۔......میرا دل اس کشف سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے الہام ہوا کہ مَاھٰذَا اِلَّا تَھْدِیْدُ الْحُکَّامِ۔ یعنی یہ جو دیکھا اس کا بجز اس کے کچھ اثر نہیں کہ حُکام کی طرف سے کچھ ڈرانے کی کارروائی ہوگی اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا قَدِ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ ترجمہ: مومنوں پر ایک ابتلاء آیا یعنی بوجہ اس مقدمہ کے تمہاری جماعت ایک امتحان میں پڑے گی۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا کہ لَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِیْنَ مِنْکُمْ وَلَیَعْلَمَنَّ الْکَاذِبِیْنَ۔ یہ میری جماعت کی طرف خطاب ہے کہ خدا نے ایسا کیا تا خدا تمہیں جتلاوے کہ تم میں سے وہ کون ہے کہ اس کے مامور کی راہ میں صدق دل سے کوشش کرتا ہے اور وہ کون ہے جو اپنے دعویٰ بیعت میں جھوٹا ہے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صادق شخص کے متعلق کیا الہام ہوا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ:

صادق آں باشد کہ ایام بلا
مے گزارد با محبت باوفا

یعنی خدا کی نظر میں صادق وہ شخص ہوتا ہے کہ جو بلا کے دنوں کو محبت اور وفا کے ساتھ گزارتا ہے۔

سوال: جب مولوی محمد حسین صاحب نے کرسی مانگی تو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے کیا کہا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب مولوی صاحب نے کرسی مانگی تو صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ان کو جھڑک دیا اور کہا کہ تمہیں کرسی نہیں مل سکتی۔ یہ تو رئیس ہیں اور ان کا باپ کرسی نشین تھا اس لئے ہم نے کرسی دی۔ سو جو لوگ میری ذلّت دیکھنے کے لئے آئے تھے ان کا یہ انجام ہوا۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک احمدی دوست کو اپنی بریت کی تسلی دیتے ہوئے کیا فرماتے ہیں؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک احمدی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ: یہ آخری ابتلاء ہے جو محمد حسین کی وجہ سے پیش آگیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے راضی ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ مخالفوں نے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور خدا تعالیٰ کے کام فکر اور عقل سے باہر ہیں۔

سوال: کس طرح عبدالحمید صاحب نے اپنا گناہ قبول کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ نے کس طرح تائید و نصرت فرمائی؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اب دیکھو کہ اس بندہ درگاہ کی کیسی صفائی سے بریّت ثابت ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس مقدمہ میں عبدالحمید کے لئے سخت مضر تھا کہ اپنے پہلے بیان کو جھوٹا قرار دیتا۔ کیونکہ اس سے یہ جرم عظیم ثابت ہوتا ہے کہ اس نے دوسرے پر ناحق ترغیب قتل کا الزام لگایا۔ اور ایسا جھوٹ اس سزا کو چاہتا ہے جو مرتکب اقدام قتل کی سزا ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے دوسرے بیان کو جھوٹا قرار دیتا جس میں میری بریّت ظاہر کی تھی تو اس میں قانوناً سزا کم تھی۔ لہٰذا اس کے لئے مفید راہ یہی تھی کہ وہ دوسرے بیان کو جھوٹا کہتا مگر خدا نے اس کے منہ سے سچ نکلوا دیا۔ جس طرح زلیخا کے منہ سے حضرت یوسفؑ کے مقابل پر اور ایک مفتری عورت کے منہ سے حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر سچ نکل گیا تھا۔ سو یہی اعلیٰ درجہ کی بریّت ہے جس کو یوسف اور موسیٰ کے قصّے سے مماثلت ہے۔ اور اسی کی طرف اس الہامی پیشگوئی کا اشارہ تھا کہ بَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا۔ کیونکہ یہ قرآن شریف کی وہ آیت ہے جس میں حضرت موسیٰؑ کی بریّت کا حال جتلانا منظور ہے۔ غرض میرے قصّے کو خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ کے قصّے سے مشابہت دی اور خود تہمت لگانے والے کے منہ سے نکلوا دیا کہ یہ تہمت جھوٹ ہے۔ پس یہ کس قدر عظیم الشان نشان ہے اور کس قدر عجائب تصرفات الٰہی اس میں جمع ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

سوال: 1904ء میں کرم دین کے فوجداری مقدمے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بیان فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں سفر کی مزید تفصیل بیان فرماتے ہیں: جب مَیں 1904ء میں کرم دین کے فوجداری مقدمہ کی وجہ سے جہلم میں جا رہا تھا۔ تو راہ میں مجھے الہام ہوا اُرِيْكَ بَرَكَاتٍ مِنْ كُلِّ طَرَفٍ یعنی ہر ایک پہلو سے تجھے برکتیں دکھلاؤں گا۔ اور یہ الہام اسی وقت تمام جماعت کو سنا دیا گیا بلکہ اخبار الحکم میں درج کر کے شائع کیا گیا۔ اور یہ پیشگوئی اس طرح پر پوری ہوئی کہ جب مَیں جہلم کے قریب پہنچا تو تخمیناً دس ہزار سے زیادہ آدمی ہوگا کہ وہ میری ملاقات کے لئے آیا اور تمام سڑک پر آدمی تھے۔ اور ایسے انکسار کی حالت میں تھے کہ گویا سجدے کرتے تھے اور پھر ضلع کی کچہری کے اردگرد اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ حکام حیرت میں پڑ گئے۔ گیارہ سو آدمیوں نے بیعت کی اور قریباً دو سو عورت بیعت کر کے اس سلسلے میں داخل ہوئی اور کرم دین کا مقدمہ جو میرے پر تھا خارج کیا گیا۔ اور بہت سے لوگوں نے ارادت اور انکسار سے نذرانے دیئے اور تحفے پیش کئے اور اس طرح ہم ہر ایک طرف سے برکتوں سے مالا مال ہو کر قادیان میں واپس آئے اور خدا تعالیٰ نے نہایت صفائی سے وہ پیشگوئی پوری کی۔

سوال: کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا پیشگوئی بیان فرمائی؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری کی نسبت پیشگوئی ہے جو اس نے جہلم میں مجھ پر دائر کیا تھا۔ جس پیشگوئی کے یہ الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ اور دوسرے الہامات بھی تھے جن میں بریت کا وعدہ تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس مقدمہ سے مجھ کو بری کر دیا۔

☆☆☆

طالب دعا:
اقبال احمد ضمیر
فلک نما، حیدرآباد
(تلنگانہ)

MUZAMMIL AHMED
Mobile: +91 99483 70069
konarknursery@gmail.com
www.facebook.com/konarknursery
www.konarknursery.com
Plants for Seasons & Reasons...
Cactus . Seculents . Seeds
Landscaping – Rental Plants – Exports – Imports

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 18/ستمبر 2024ء بروز بدھ 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

مکرمہ شمیم اختر صاحبہ اہلیہ مکرم افتخار احمد سپرا صاحب (آلڈرشاٹ نارتھ۔یوکے)

15/ستمبر 2024ء کو 65/سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ پابند صوم وصلوٰۃ، نیک، رحمدل اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ تلاوت قرآن کریم کا خاص اہتمام کرتیں۔ مرحومہ کو اپنی فیملی میں اکیلی احمدی ہونے کی وجہ سے بہت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن وفا کے ساتھ احمدیت پر قائم رہیں۔ بہت شکر گزار خاتون تھیں۔ گزشتہ پانچ سالوں سے فالج اور دونوں ٹانگوں سے معذوری کے باعث بستر پر تھیں مگر کبھی مایوسی کا اظہار نہیں کیا۔ جب بھی ان کا حال دریافت کیا گیا تو یہی سننے کو ملتا کہ اللہ کا شکر ہے۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ ایک بیٹا اور 3 بیٹیاں شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرمہ شبانہ شمیم صاحبہ اہلیہ مکرم سلطان احمد صاحب (قادیان)

یکم اگست 2024ء کو 55 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ مکرم قاضی زین العابدین صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پڑپوتی کی بیٹی تھیں۔ شادی کے ۱۰/سال بعد 2005ء میں قادیان میں رہائش پذیر ہوئیں اور سیکرٹری تحریک جدید حلقہ نور قادیان کے طور پر خدمت بجالا رہی تھیں۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ، مہمان نواز، ہمدرد، خوش اخلاق، نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ مکرم صہیب احمد وانی صاحب (مربی سلسلہ نور الاسلام قادیان) کی ساس تھیں۔

(2) مکرم رشید احمد صاحب (ربوہ)

3/جولائی 2024ء کو 72/سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم جب سے ربوہ میں آئے اپنی لوکل مسجد کی صفائی ستھرائی اور مرمت وغیرہ کا کام کیا کرتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، بہت خوش اخلاق، ملنسار اور مخلص انسان تھے۔ ہمیشہ سلام میں پہل کیا کرتے تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔ مرحوم کے ایک بھائی مکرم حبیب احمد صاحب مرحوم کو نائیجیریا میں بطور مربی سلسلہ خدمت کرنے کی توفیق ملی۔

(3) مکرم ضیاء الدین احمد صاحب (امریکہ)

18/اگست 2024ء کو 91/سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم پاکستانی گورنمنٹ کے سینئر عہدہ پر فائز ہونے کے علاوہ مشرقی یورپ اور افریقہ کے لیے اقوام متحدہ کے diplomat بھی رہ چکے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور صاحب علم، سخی، صابر، ہمدرد، نیک اور مخلص انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی، تین بیٹے، اور ۹ نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں شامل ہیں۔

(4) مکرمہ انیسہ ایوبی صاحبہ اہلیہ مکرم صلاح الدین ایوبی صاحب (ملتان)

13/اگست 2024ء کو 77/سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، خلافت سے بے انتہا اطاعت کا تعلق رکھنے والی بہت نیک اور اچھے اخلاق کی مالک مخلص خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور دو بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے بیٹے مکرم کمال الدین ایوبی صاحب شعبہ عمومی مجلس خدام الاحمدیہ یوکے میں اور داماد مکرم محمد عبدالودود صاحب امیر ضلع ملتان کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(5) مکرمہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم بشارت الرحمٰن سراء صاحب مرحوم (چک نمبر ۶/۱۱/ایل ضلع ساہیوال)

2/جولائی 2024ء کو بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ 3 سال سے یوکے میں اپنی بیٹی کے پاس مقیم تھیں۔ آپ نے 12/سال صدر لجنہ ضلع ساہیوال اور 15/سال مقامی صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، مہمان نواز، جماعتی عہدیداروں کا احترام کرنے والی ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے بے پناہ عقیدت اور فدائیت کا تعلق تھا اور خلافت کی ہر آواز پر لبیک کہنے والی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں۔ آپ مکرم شاہد احمد چیمہ صاحب (مربی سلسلہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری اسلام آباد۔یوکے) کی نانی کی بہن تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم. اے. رضی اللہ عنہ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر لاہور اور حضور پُرنور کا وصال

(قسط-3)

جن ایام میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان میں سکونت پذیر تھے ایک خادمہ نے مجھے نہایت ہی خوشی ومحبت اور اخلاص سے یہ مژدہ سنایا کہ آج حضرت صاحب تمہارا ذکر گھر میں اماں جان سے کر رہے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ :

یہ لڑکا اخلاص ومحبت میں کتنی ترقی کر رہا ہے۔ ہمارے تنخواہ دار ملازم بھی اتنی خدمت نہیں کر سکتے جتنی یہ جوش عقیدت ومحبت میں کرتا ہے اور اس نے تورات دن ایک کر کے دکھا دیا وغیرہ۔ وہ الفاظ تو پنجابی میں تھے جن کا مفہوم میں نے اپنے لفظوں میں لکھا ہے۔

اس خادمہ کا نام مجھے اب یاد نہیں کہ کون صاحبہ تھیں۔ مگر یہ ایک واقعہ ہے جس کو میں نے اظہار تشکر وامتنان کے طور پر حضرت کی ذرہ نوازی، مروت واحسان کے بیان کی غرض سے لکھا ہے ورنہ یہ اور ایسے ہی دوسرے واقعات کے ذکر سے میں بے انتہا شرم محسوس کرتا اور لکھتے وقت پسینہ پسینہ ہو ہو جاتا ہوں کیونکہ : کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا

میں کیا اور میری بساط خدمات کیا۔ ذرہ نوازی اور لطف تھا۔

’’ورنہ درگہ میں اس کی کچھ کم نہ تھے خدمت گذار‘‘

(4) میرے آقا کی غریب نوازی اور غلام پروری کا ایک اور بھی تذکرہ اس جگہ اسی سفر کا قابل بیان ہے وہ یہ کہ سیدنا امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام قیام لاہور کے ایام میں سیر کے لئے تشریف لے جانے سے قبل مجھ غلام کو یاد فرماتے اور جب میں اطلاع کرتا، تشریف لاتے تھے۔ یہی حضور کا معمول تھا اور میں بھی نہایت پابندی اور تعہد سے ان اوقات کا انتظام اور انتظار کیا کرتا تھا۔ رتھ کے پیچھے میرے واسطے حضور نے حکم دے کر ایک سیٹ بنوا دی تھی تو فٹن کی سواری میں پیچھے کی طرف کا پائیدان میرا مخصوص مقام تھا جہاں ابتداءً مَیں پیچھے کو منہ کر کے الٹا کھڑا ہوا کرتا تھا ایسا کہ میری پیٹھ حضرت اور بیگمات کی طرف ہوا کرتی تھی۔ اس خیال سے کہ بیگمات کو تکلیف نہ ہو کیونکہ عموماً سیدۃ النساء اور کوئی اور خواتین مبارکہ بھی حضرت کے ساتھ کوچوان کی طرف والی نشست پر تشریف فرما ہوتیں تو ان کی تکلیف یا پردہ کا خیال میرے الٹا کھڑے ہونے کا موجب ومحرک ہوا کرتا تھا۔ مگر ایک روز کہیں حضور کا خیال میری اس حرکت کی طرف مبذول ہو گیا تو حکم دیا کہ میاں عبدالرحمن! یوں تکلف کر کے الٹا کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں۔ سفروں میں نہ اتنا سخت پردہ کرنے کا حکم ہے اور نہ ہی اس تکلف کی ضرورت۔ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ۔ اور جس طرح عورتوں کو پردہ کا حکم ہے اسی طرح مردوں کو بھی غض بصر کر کے پردہ کی تاکید ہے آپ بے تکلف سیدھے کھڑے ہوا کریں۔

چنانچہ اس کے بعد پھر میں ہمیشہ سیدھا کھڑا ہوا کرتا تھا برعائت پردہ۔ بعض بیگمات کی گودی میں بچے ہوا کرتے تھے۔ گاڑی سے اترتے وقت ان کے اٹھانے میں بھی میں بہت حد تک تکلف کیا کرتا تھا مگر اس سے بھی حضور نے روک دیا اور میں بچوں کو محتاط طریق سے بیگمات کی گودیوں میں سے بسہولت لے دے لیا کرتا تھا۔

ایک روز کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ ادھر حضور کے سیر کو تشریف لے جانے کا وقت تھا، گاڑی آ چکی تھی اور میں اطلاع کر چکا تھا۔ ادھر حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ایک خادمہ نے پیغام دیا کہ بھائی جی سے کہو ہمیں دیسی پان لا دیں۔ میں نے حضرت کی تشریف آوری کے خیال سے عذر کیا تو دوبارہ پھر سہ بارہ تاکیدی حکم پہنچا کہ نہیں آپ ہی لاؤ اور جلدی آؤ۔ مجبور ہو کر سر توڑ بھاگا۔ لوہاری دروازہ کے باہر انارکلی میں ایک دکان پر اچھے دیسی پان ملا کرتے تھے، وہاں سے پان لے کر واپس پہنچا تو موجود دوستوں نے بتایا کہ ’’حضرت اقدس تشریف لائے، تمہارے متعلق معلوم کیا، غیر حاضر پا کر واپس اندر تشریف لے گئے۔‘‘ میں پہلے ہی دوڑ بھاگ کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ یہ واقعہ سن کر کانپ اٹھا اور ڈرتے ڈرتے دستک دے کر جہاں خادمہ کو پان دیئے وہاں حضرت کے حضور اپنی حاضری کی اطلاع بھی بھیج دی۔ حضور پرنور فوراً تشریف لے آئے اور فرمایا ’’میاں عبدالرحمن آپ کہاں چلے گئے تھے۔ ہم نے جو کہہ رکھا ہے کہ سیر کے وقت موجود رہا کرو اور کہیں نہ جایا کرو۔‘‘

حضور! اماں جان نے حکم بھیجا تھا۔ میں نے عذر بھی کیا مگر اماں جان نے قبول نہ فرمایا اور تاکیدی حکم دے کر کہلا بھیجا کہ تم ہی ہمارا یہ کام کرو۔ حضور! میں اماں جان کا حکم ٹال نہ سکا اور چلا گیا۔ بس حضور پُرنور فٹن میں سوار ہوئے اور سیر کے واسطے تشریف لے گئے اور حضور کا یہ ادنیٰ ترین غلام بھی حسب معمول حضور کے ہمرکاب آخری دن کی سیر تک ہمرکابی کی عزت پاتا رہا فٹن یعنی گھوڑا گاڑی جو حضور کی سیر کے واسطے منگوائی جاتی تھی، اس کے متعلق حضور کی تاکیدی ہدایت ہوا کرتی تھی کہ کوچوان حتی الوسع بھلا مانس تلاش کیا جاوے جو جھگڑالو اور بدزبان نہ ہو۔ گھوڑے شوخ نہ ہوں بلکہ اچھے سدھے ہوئے اور گاڑی صاف ستھری ہو شکستہ نہ ہو۔ تیز چلانے کو حضور کبھی پسند نہ فرماتے تھے۔ کرایہ فٹن کا روزانہ واپسی پر ادا فرما دیا کرتے تھے۔ کوئی بقایا نہ رہنے دیتے تھے۔ گھوڑا گاڑی عموماً بدلتی رہتی تھی۔ کسی خاص گاڑی یا گاڑی بان سے کوئی معاہدہ یا ٹھیکہ نہ تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی گاڑی بان دو تین روز متواتر آ جاتا۔

سیر کے واسطے حضور عموماً مکان سے سٹیشن کی طرف ہوتے ہوئے ایمپرس روڈ، شملہ پہاڑی اور وہاں سے جانب شرق لاٹ صاحب کی کوٹھی کے مشرقی جانب سے ہوتے ہوئے لارنس گارڈن مال روڈ کو تشریف لے جاتے۔ گاہے انارکلی میں سے ہوتے ہوئے سرکلر روڈ پر لوہاری، شاہ عالمی، موچی دروازہ کے باہر باہر مکان پر تشریف لاتے کبھی مال روڈ ہی سے واپسی کا حکم ہو جاتا۔ تنگ بازاروں میں حضور جانا پسند نہ فرماتے تھے۔ زیادہ تر کھلی اور آبادی سے باہر کی سڑکوں کی طرف حضور کو رغبت تھی۔ انارکلی وغیرہ کی طرف کبھی ضرورتاً تشریف لے جاتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ حضور کوئی حکم نہ دیتے اور میں اپنی مرضی ہی سے حضور کے حسب پسند راہوں سے ہو کر واپس لے آتا۔ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی کبھی بعض اوقات براہ راست ہمیں حکم دیتیں کہ فلاں جگہ کو لے چلو۔ حضور پُرنور خاموش رہتے، انکار فرماتے نہ ناپسند فرماتے۔ سیر کے اوقات میں گفتگو عموماً مسائل دینیہ کے بارہ میں یا نظام سلسلہ سے متعلق رہتی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضور پرنور بالکل خاموش ہی نظر آتے مگر حضور کے لبوں کی حرکت سے ذکر الٰہی اور تسبیحات میں مصروفیت کا یقین ہوتا تھا۔ (باقی آئندہ)

(سیرۃ المہدی، جلد 2، تتمہ، مطبوعہ قادیان 2008)

بقیہ خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ از صفحہ نمبر 20

غرض ڈاکٹر صاحب تو دین کے لئے قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو انہیں روکنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہیں کہنا پڑا کہ اب آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔

حضور انور نے فرمایا: یہ نمونے تھے جو پرانے صحابہ نے قائم کئے اور ہر خلافت کے دَور میں یہ نمونے نظر آتے ہیں۔ فرمایا : مارشل آئی لینڈ کے مبلغ نے لکھا کہ لادری آرزک صاحبہ ایک مخلص رکن ہیں اور جماعت کے لنگر چلانے کے لئے جہاں روزانہ دو وقت کھانا تیار کیا جاتا ہے آتی ہیں اور خدمت کرتی ہیں، پکاتی ہیں، اور جب بھی انہیں تنخواہ ملتی ہے تو ان کا پہلا کام اپنے اور اپنے پانچ پوتے پوتیوں کی طرف سے مالی قربانی پیش کرنا ہوتا ہے اور ان کی وقف جدید کی قربانی جماعت میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ مربی صاحب کہتے ہیں کہ یہ غریب گھر ہیں جنہیں دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت الفاظ یاد آ جاتے ہیں کہ متقی سچی خوشحالی ایک جھونپڑی میں پا سکتا ہے جو دنیادار حرص وآز کے پرستار کو رفیع الشان قصر میں بھی نہیں مل سکتی۔

حضور انور نے فرمایا: انڈیا سے ایک انسپکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دوست ہیں ان کا وقف جدید کا چندہ چوبیس ہزار تھا چند دن رہ گئے تھے انہوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ رقم ہے لیکن ایک اہم کام میں میں نے یہ رقم دینی ہے۔ انسپکٹر صاحب نے اُنہیں کہا کہ دیکھ لیں جو بھی آپ مناسب سمجھتے ہیں دے دیں۔ تو انہوں نے کہا کہ اللہ پر توکل کرتا ہوں اور رقم چندے کی ادائیگی میں دے دی۔ دوسرے دن ہی موصوف کا فون آیا کہ ایک بہت بڑی رقم کہیں پھنسی ہوئی تھی وہ اچانک مل گئی ہے اور پوری رقم تو نہیں ملی لیکن اس میں سے پچاس ہزار مل گئے ہیں اور باقی کا بھی دینے والے نے وعدہ کیا ہے کہ جلدی دے دوں گا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دُنیا بھر کے مختلف ممالک سے احمدیوں کی مالی قربانی کے ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔

حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقف جدید کا ستاسٹھواں سال ختم ہوا ہے اکتیس دسمبر کو اور جماعت احمدیہ عالمگیر کی طرف سے ایک کروڑ چھتیس لاکھ اکاسی ہزار پاؤنڈ یعنی تقریباً چودہ ملین کی مالی قربانی پیش ہوئی ہے۔ یہ وصولی گذشتہ سال سے سات لاکھ چھتیس ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔ الحمد للہ اور اس میں قربانیوں کے لحاظ سے اوّل نمبر پر برطانیہ ہے۔ فرمایا ان کا اور کینیڈا کا بڑا سخت مقابلہ ہے۔ کینیڈا نے بھی قربانیوں میں بہت اضافہ کیا ہے لیکن برطانیہ سے ابھی پیچھے ہی ہیں۔ پھر نمبر تین پہ جرمنی ہے پھر امریکہ پھر بھارت پھر آسٹریلیا پھر مڈل ایسٹ کی ایک جماعت پھر انڈونیشیا ہے اور پھر مڈل ایسٹ کی ایک اَور جماعت ہے پھر بلجیم ہے۔

بھارت کے صوبہ جات میں کیرالہ نمبر ایک پہ پھر تامل ناڈو۔ جموں کشمیر۔ پھر کرناٹکہ۔ تلنگانہ۔ اڈیشہ۔ پنجاب۔ ویسٹ بنگال۔ مہاراشٹرا۔ اتر پردیش۔

بھارت کی دس جماعتوں میں نمبر ایک پہ کوئمبٹور۔ نمبر دو پہ قادیان پھر حیدرآباد پھر کالیکٹ۔ منجیری۔ بنگلور۔ میلا پالم۔ کولکاتہ۔ کیرنگ۔ کرولائی۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔ یہ بھی دعا کریں کہ یہ دو ہزار 2025ء کا سال جماعت کے لئے برکتوں والا سال ہو، اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔

مخالفین کے متعلق حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالموں کی پکڑ کے سامان جلد فرمائے۔ احمدیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ فرمایا: درود شریف اور بعض دعاؤں کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی، اس طرف دُنیا کا ہر احمدی توجہ رکھے اور پاکستان کے احمدی خاص توجہ رکھیں۔

بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ انہیں بھی شدت پسندوں کے شر سے محفوظ رکھے اور شام میں بھی اب نئی حکومت آئی ہے، اللہ تعالیٰ وہاں بھی احمدیوں کو ہر شر سے بچائے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اسی طرح دوسرے ممالک میں اور افریقہ کے ممالک ہیں ہر جگہ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس کے لئے خاص طور پر دعائیں کرے۔ دنیا کے عمومی حالات اور جنگوں کی صورتحال کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس کے بداثرات سے ہر معصوم اور مظلوم کو بچائے۔

نئے سال پر بڑے جشن مناتے ہیں یہ لوگ پھل جھڑیاں اڑائی جاتی ہیں۔ ہر ایک صرف اپنی خوشیاں دیکھتا ہے دوسروں کے درد کا انہیں احساس نہیں ہے۔ جو غریب قومیں ہیں جو مظلوم لوگ ہیں طاقتور قومیں ان پر ظلم کرتی چلی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سال میں ان سب طاقتور قوموں کے منصوبے بھی خاک میں ملا دے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ہم دنیا میں قائم ہوتا دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆☆

بقیہ رپورٹ جلسہ سالانہ قادیان 2024 از صفحہ نمبر 2

فاضل مقرر نے اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع الدعا کی روشنی میں آنحضرت ﷺ کی قبولیت دعا کے واقعات بیان فرمائے جن میں ایک ایمان افروز واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا بیان فرمایا۔ پھر مقرر موصوف نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعا کے نتیجہ میں ایک بہت بڑے سونامی کے رُک جانے اور تھم جانے کا واقعہ بیان فرمایا جبکہ حضور انور فجی میں تھے اور وہ انتہائی طاقتور سونامی فجی سے ٹکرانے والا تھا۔ آپ نے قبولیت دعا کے متعدد ایمان افروز واقعات بیان فرمائے جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے سمیع الدعا ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اس اجلاس کی دوسری تقریر محترم مولانا عطاء المجیب لون صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان وصدر انصار اللہ بھارت نے فرمائی۔ آپ کی تقریر کا موضوع تھا ’’اسلامی آداب و اخلاق کھانے پینے، صفائی، راستوں کے حقوق، غض بصر، آداب مجالس، آداب مساجد‘‘ مقرر موصوف نے فرمایا: روحانیت کی تمام تر بنیاد ادب پر ہے۔ روحانیت کی ترقی کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم اسلام کے پیش کردہ آداب کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں۔ یہی وہ کنجی ہے جس کے ذریعہ ہم کامل اخلاق کی طرف اپنا قدم آگے بڑھا سکتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ روحانیت کے اعلیٰ مدارج کی طرف رواں دواں رہ سکتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ جس زمانہ میں دنیا میں مبعوث ہوئے اُس زمانہ میں انسان کی کیا حالت تھی اُس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر فرمایا کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی کیا انسانی آداب کے لحاظ سے، کیا اخلاق لحاظ سے اور کیا روحانی لحاظ سے ہر لحاظ سے انسان کی حالت بد سے بدتر تھی۔ فساد ہی فساد تھا۔ اور انسان کی حالت مردہ کی طرح تھی۔ ایسے میں رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی یہ بات جان لو کہ اب اللہ تعالیٰ نئے سرے سے زمین کو بعد اس کے مرنے کے زندہ کرے گا۔

اس مقام سے اُٹھا کر آنحضرت ﷺ نے اُن کو اُس مقام تک پہنچایا جس میں اُنہوں نے نہ صرف انسانی آداب سیکھے، بلکہ انہوں نے اخلاق کے بھی اعلیٰ ترین معیار حاصل کئے اور پھر روحانیت کے بھی بلند ترین مقام پر فائز ہوئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی عظیم سند عطا کی یعنی اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

مقرر موصوف نے قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں کھانے پینے کے آداب، صفائی کے آداب، راستوں کے حقوق اور اس کے آداب مثلاً غض بصر اور سلام کا جواب دینا وغیرہ، مساجد کے آداب، مجالس کے آداب وغیرہ امور پر روشنی ڈالی۔ اور آخر پر فرمایا: ہمیں اس حقیقت کو بھی سمجھنا ہوگا کہ یہ آداب ہی دراصل ایک مومن کا حقیقی زیور اور اُس کی اصل پہچان ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک مومن کے اندر ایمان تو ہو لیکن وہ اِن آداب زندگی سے عاری ہو۔ یہ آداب زندگی ہی حقیقی اور سچے اخلاق کے حصول کا ذریعہ ہیں اور پھر اخلاق حسنہ سے آراستہ ہونے کے بعد ہی ایک انسان ایمان اور تقویٰ کے اعلیٰ مدارج حاصل کر سکتا ہے۔

پس ضرورت اس بات کی ہے کہ غیر قوموں کی ریس میں ہم زندگی کے اِن آداب سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم حسن اخلاق اور ایمان سے بھی بے بہرہ ہو جائیں گے۔ پس ہمیں چاہئے کہ اِن آداب کو خود بھی اپنائیں اور اپنی آئندہ آنے والی نسل کو بھی اِن آداب سے واقف کرائیں تا کہ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی اِن آداب و اخلاق سے مزین و آراستہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پہلا دن دوسرا اجلاس

جلسہ سالانہ قادیان 2024ء کے پہلے دن کا دوسرا اجلاس ٹھیک اڑھائی بجے شروع ہوا۔ یہ اجلاس محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب ناظر دعوت الی اللہ مرکزیہ (شمالی ہند) وانچارج شعبہ تاریخ احمدیت بھارت کی صدارت میں منعقد ہوا۔ عزیزم محمد ابراہیم متعلم جامعہ احمدیہ قادیان نے سورۃ آل عمران 160 تا 164 کی تلاوت کی اور ان کا ترجمہ مکرم مولوی نورالدین ناصر صاحب صدر عمومی قادیان نے پیش کیا۔

ترانہ مکرم سعید احمد ملکانہ صاحب مربی سلسلہ، کارکن نظامت جائیداد اور عزیز دبیر احمد شمیم آف قادیان نے پڑھا جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ منظوم کلام ’’اے شاہ مکی ومدنی سید الوریٰ‘‘ کے چند اشعار نہایت خوش الحانی سے پڑھے۔

اجلاس کی پہلی عالمانہ تقریر محترم مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے ’’سیرت آنحضرت ﷺ (غزوات میں آپ کے حسن اخلاق)‘‘ کے موضوع پر کی۔

فاضل مقرر نے فرمایا کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ ہر امکانی حد تک جنگ وجدال سے بچتے اور امن کی راہیں اختیار فرماتے۔ آپ کے اخلاق فاضلہ کا ظہور عظیم الشان رنگ میں غزوات میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ فاضل مقرر نے جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق کے مختلف واقعات کو بیان کرتے ہوئے ان غزوات میں ظاہر ہونے والے حضور ﷺ کے اخلاق فاضلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی جس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی جماعت کو جنگ کے آداب وغیرہ امور کے تعلق سے اصولی اور مستقل ہدایات فرمادی تھیں اور آپ خود بھی ان مخدوش مواقع پر بھی اپنا عظیم نمونہ پیش کرتے رہے۔

آخر پر فاضل مقرر نے فتح مکہ کے واقعہ کا دلنشین پیرایہ میں تذکرہ کیا اور اس موقع پر حضور ﷺ کے بے نظیر اور بے مثال اخلاق کا جو ظہور ہوا اس کی تفصیلات پیش کیں اور یہ بھی فرمایا کہ غزوات میں آنحضرت ﷺ کے اخلاق فاضلہ کا ذکر نامکمل رہے گا اگر جنگوں کے ہنگامی حالات میں آپؐ کی عبادات کا حال بیان نہ کیا جائے۔ فرمایا کہ جنگوں کے دوران خوف وخطر کے ماحول میں بھی آپ ﷺ نے نماز باجماعت نہیں چھوڑی۔ آپ نے موضوع کی مناسبت سے آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ اقتباس پیش کیا کہ:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سے ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ یعنی آپؐ کے دل میں ان (مشرکین) کے لئے کسی ذاتی دشمنی کے جذبات نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کو مٹانے والوں کے خلاف جنگ تھی۔ پھر آپؐ نے جنگ کے اصول وقواعد مقرر فرمائے۔ معاہدوں کا بھی پاس کیا اور ان چیزوں پر انتہائی درجہ تک عمل بھی کیا۔ آجکل کی دنیا کی طرح نہیں کہ اصول وضوابط تو بے شمار بنائے ہیں لیکن عمل کوئی نہیں بلکہ دوہرے معیار ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم دسمبر 2023ء)

اجلاس کی دوسری تقریر مکرم مولوی تنویر احمد ناصر صاحب نائب ناظر نشر واشاعت نے ’’سیرت صحابہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ‘‘ کے عنوان پر کی۔

فاضل مقرر نے اپنی تقریر کے پہلے حصے میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختصر سیرت بیان کرتے ہوئے آپکے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کیا، آپ کے قبول اسلام اور پھر ہجرت کے واقعہ پر روشنی ڈالی۔ اور مدینہ ہجرت کر کے آنے کے بعد آپکی مالی کمزوری کے احوال بیان کر کے پھر حضرت سید الشہداء، اسد اللہ اور اسد الرسول حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غزوات (جنگ بدر، غزوہ بنو قینقاع اور جنگ احد) میں شمولیت اور آپ کی بہادری کا ذکر کر کے پھر آپ کے بے شمار فضائل وخصائص اور امتیازات میں سے بعض پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد تقریر کے دوسرے حصہ میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختصر سیرت بیان کرتے ہوئے آپ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کیا۔ نیز بتایا کہ یہ بھی مبشر اولاد میں سے تھے، آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کئی بشارات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیں۔ آپ کی زندگی میں کئی خطرات کے مراحل آئے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی دی گئی بشارات کے مطابق آپؓ کی حفاظت فرمائی۔ آپ کے اوصاف اور خصائص کے حوالے سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ، حضرت صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؒ وغیرہ کے بیانات پیش کئے اور پھر فرمایا کہ:

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ اوصاف حمیدہ کا دلکش نمونہ تھے۔ آپ کا حلیہ اور آواز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلیہ مبارک اور آواز سے بہت ملتی تھی اور انداز گفتگو بہت سادہ اور دلکش تھا۔ قرآن شریف اور احادیث نبویہ سے آپ کو از حد محبت تھی۔ نماز فجر کے بعد بلا ناغہ قرآن شریف کی تلاوت باآواز بلند فرماتے۔ سورۃ فاتحہ، درود شریف اور يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ کا ورد بکثرت کرتے۔ سفر میں نماز ہمیشہ پہلے وقت میں ادا فرماتے آپ صاحب کشف اور مستجاب الدعوات تھے۔

آپ نے تقریر کے آخر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا یہ اقتباس پیش کیا کہ ’’یہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کے انبیاء کی صحبت حاصل ہوتی ہے یہ لوگ انبیاء کا قرب رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نبیوں اور اس کے قائم کردہ خلفاء کے بعد دوسرے درجہ پر دنیا کے امن اور سکون کا باعث ہوتے ہیں۔‘‘

صدر اجلاس کی اجازت سے پہلے دن کا دوسرا اجلاس بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ آج بروز جمعہ ہندوستانی وقت کے مطابق ٹھیک 6:30 بجے تمام مساجد میں اجتماعی طور پر اور گھروں میں بھی مستورات وغیرہ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ لائیو سنا۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’شہادت کا ابتدائی درجہ خدا کی راہ میں استقلال اور ثباتِ قدم ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 4، صفحہ 423)

طالب دعا: میر موسیٰ حسین ولد مکرم جے میر عطاء الرحمن صاحب امیر جماعت احمدیہ شموگہ (کرناٹک)

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ
بدر قادیان
Weekly **BADAR** Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA
Postal Reg. No. GDP/001/2023-25 Vol. 74 Thursday 02-09 - January - 2025 Issue. 01-02

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ

جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کروگے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اَے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے کہ اَے اللہ! روک رکھنے والے کنجوس کا مال ومتاع برباد کردے

بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے

مبارک ہیں وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کیلئے تکلیف کی پرواہ نہ کریں کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے

وقف جدید کے اڑسٹھویں سال کا بابرکت اعلان، سڑسٹھویں سال میں جماعت احمدیہ عالمگیر کی طرف سے ایک کروڑ چھتیس لاکھ اکاسی ہزار پاؤنڈ کی مالی قربانی

دعا کریں کہ 2025ء کا سال جماعت کے لئے برکتوں والا سال ہو اور اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر شر سے محفوظ رکھے

درود شریف اور بعض دعاؤں کی طرف میں نے توجہ دلائی تھی، اس طرف دُنیا کا ہر احمدی توجہ رکھے

جو غریب قومیں ہیں طاقتور قومیں ان پر ظلم کرتی چلی جارہی ہیں، اللہ تعالیٰ اس سال میں ان سب طاقتور قوموں کے منصوبے خاک میں ملادے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ہم دنیا میں قائم ہوتا دیکھیں

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 03/جنوری 2025ء بمقام مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی اور ترجمہ پیش فرمایا: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ۔

ترجمہ: تم کامل نیکی کو ہرگز نہیں پاسکتے جب تک اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور جو کوئی چیز بھی تم خرچ کرو اللہ اسے یقیناً خوب جانتا ہے۔

فرمایا: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے مختلف جگہوں میں مختلف رنگ میں تلقین کی گئی ہے۔ مختلف نیکیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کے خرچ کو بھی ایک نیکی قرار دیا گیا ہے۔ اس آیت میں بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے اور فرمایا کہ جس مال یا جس چیز سے تم محبت کرتے ہو اگر وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروگے تو تب یہ بڑی نیکی ہوگی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر نیکی کا اجر دیتا ہے جو اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے کی جائے لیکن انسان کو مال سے کیونکہ محبت ہوتی ہے اس لئے اس کی طرف بھی خاص توجہ دلائی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

بیکار اور نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ پس یہ امر ذہن نشین کرلو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ نص صریح ہے لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کروگے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہوسکتے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کیا صحابہ کرام مفت میں اُس درجے تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کو حاصل کرنے کیلئے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر کہیں جاکر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہوسکتی ملتا ہے پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولیٰ کریم کی رضا مندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا مندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہوسکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ فرمایا خدا ٹھگا نہیں جاسکتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تکلیف کی پرواہ نہ کریں کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے۔

حضور انور نے فرمایا: یہ وہ راز ہے جسے آج جماعت احمدیہ کے افراد نے صحیح طور پر سمجھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کا یہ اثر ہے کہ آج تک یہ قربانی کے معیار ہم دیکھتے چلے جارہے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالی قربانی کی بہت زیادہ تحریک فرمائی تھی اور اس بات کو آپ کے صحابہ نے سمجھا اور اس پر خوب عمل کیا۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبتی ہمشیرہ حضرت اسماء کو یہ نصیحت فرمائی کہ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دیا کرے گا۔ فرمایا کہ جتنی طاقت ہے کھول کر خرچ کرو اللہ پر توکل کرو اللہ دیتا چلا جائے گا۔ پھر آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے کہ اللہ روک رکھنے والے کنجوس کا مال ومتاع برباد کردے۔

حضور انور نے احمدیوں کی مالی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ایک شخص نے لکھا کہ میرے پاس صرف تھوڑی سی رقم تھی اور اس رقم سے میں نے کاروبار کرنا تھا۔ حالات بڑے ناسازگار تھے اور مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کاروبار ہو بھی سکے گا کہ نہیں۔ میرے باپ نے مجھے کہا کہ جتنی بھی رقم ہے تم چندے میں دے دو چنانچہ میں نے چندہ دے دیا اور اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرمائے کہ ایک ایسا آرڈر مجھے مل گیا جس سے کئی گنا زیادہ رقم مجھے میسر آگئی اور پھر میں نے وہ کاروبار شروع کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈالی کہ بیشمار مال آنے لگ گیا۔ تو یہ تجربات اللہ تعالیٰ اس زمانے میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں آپ کے غلاموں کو ان کے ایمان میں زیادتی کے لئے دکھاتا رہتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں

میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا جو اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دُور ہوجاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہوجاتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ سنا تو آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ اتنے بڑے دعوے کا شخص جھوٹا نہیں ہوسکتا اور آپ نے بہت جلد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرلی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا نام اپنے بارہ حواریوں میں لکھا ہے اور ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کے لئے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں ہے۔ گو وہ قربانیاں تو کرتے رہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہورہا تھا اور آپ کو اس میں روپے کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں لنگر خانہ دوجگہ پر ہو گیا ایک قادیان میں اور ایک یہاں گورداسپور میں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی کی وجہ سے وہاں بھی لوگ آتے تھے کھانا بھی دیا جاتا تھا انہیں، اور فرمایا اس کے علاوہ مقدمے پر بھی خرچ ہورہا ہے لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔ یعنی اخراجات کیلئے چندہ دیں۔ جب حضرت صاحب کی تحریک ڈاکٹر صاحب کو پہنچی تو اتفاق ایسا ہوا کہ اُسی دن اُن کی تنخواہ تقریباً چارسو پچاس روپے ملی جو اُس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ وہ ساری کی ساری تنخواہ اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھجوادی گئی۔ ایک دوست نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ گھر کی ضرورت کیلئے کچھ رکھ لیں تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ خدا کا مسیح لکھتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں میں۔

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad